احمدی نوجوانوں کیلئے

مدیر
منصور احمد نورالدین

مئی 2004ء

مکرم ومحترم اللہ بخش صادق صاحب صدر عمومی
گیارھویں علمی مقابلہ جات سے افتتاحی خطاب فرماتے ہوئے

مکرم ومحترم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب
گیارھویں علمی مقابلہ جات سے اختتامی خطاب فرماتے ہوئے

حاضرین کا ایک منظر

محترم صدر صاحب کا پیغام مجلس خدام الاحمدیہ کے نام

پیارے خدام بھائیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

85ویں مجلس مشاورت پاکستان کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے روح پرور پیغام میں یہ تحریک فرمائی ہے:-

"میری ممبران شوریٰ سے یہ درخواست ہے کہ یہ ارادہ کر کے جائیں کہ اس سال ہم نے ربوہ کے علاوہ باہر سے پانچ ہزار (5000) واقفین عارضی مہیا کرنے ہیں جو وفود کی شکل میں مختلف جماعتوں میں جائیں۔ انشاء اللہ ان وفود کی اپنی تربیت بھی ہوگی اور جماعت کی تربیت میں بھی مدد ملے گی۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق دے۔ آمین"

(روزنامہ الفضل۔5/اپریل2004ء)

پیارے آقا کی اس تحریک پر خدام لبیک کہتے ہوئے اپنی اور جماعت کی تربیت کے لئے کمر بستہ ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔

والسلام

خاکسار

سید محمود احمد

صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مدیر
منصور احمد نور الدین
مجلس ادارت
میر انجم پرویز، سہیل احمد ثاقب
شفیق احمد بجہ، طارق محمود بلوچ

مئی 2004ء
ہجرت 1383 ہش
جلد نمبر: 51
شمارہ نمبر: 5

احمدی نوجوانوں کے لئے

ماہنامہ خالد

		صفحہ
* اداریہ	مدیر کے قلم سے	2
* سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ سخاوت	مولانا غلام باری سیف صاحب	3
* میرے من داتا (نظم)	مکرم رشید قیصرانی صاحب	6
* سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام	روایات حضرت مرزا شریف احمد صاحب	7
* افسانۂ جدید (نظم)	مکرم عبد السلام اسلام صاحب	10
* علم حدیث۔ ایک تعارف	مکرم شفیق احمد بجہ صاحب	11
* نظام وصیت میں شمولیت	مکرم سید مبشر احمد ایاز صاحب	17
* حضرت صاحبزادہ سید محمد عبد اللطیف صاحب	مکرم میر مسعود احمد صاحب مرحوم	23
* قراردادِ تعزیت	مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ پاکستان	37
* رپورٹ آل پاکستان فٹ بال ٹورنامنٹ	مہتمم صحت جسمانی	40
* رپورٹ آل پاکستان والی بال ٹورنامنٹ	مکرم طارق احمد ساہی صاحب	41
* رپورٹ گیارھویں سالانہ علمی مقابلہ جات	مہتمم تعلیم	42

کمپوزنگ: اقبال احمد زبیر، ٹائٹل ڈیزائننگ: شیخ خالد محمود پانی پتی، پبلشر: قمر احمد محمود، مینیجر: عزیز احمد، پرنٹر: قاضی منیر احمد، مطبع: ضیاء الاسلام پریس چناب نگر (ربوہ)
مقام اشاعت: ایوان محمود دار الصدر جنوبی Ph:+92-4524-212349 / 212685, Fax: +92-4524-213091
قیمت ۱۰ روپے ..... سالانہ ۱۰۰

اداریہ

جماعت احمدیہ پر خدا تعالیٰ کا یہ عظیم احسان ہے کہ اس نے ہمیں خلافت علی منہاج النبوۃ کا ایک ایسا عروۂ وثقی عطا فرمایا ہے کہ جس کو مضبوطی سے تھام کر ہم خدا تعالیٰ کے ان فضلوں کے وارث بن رہے ہیں کہ جن کو اس زمانے میں صرف اور صرف خلافت سے ہی وابستہ کیا گیا ہے۔ آیئے آج ہم حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ کے الفاظ میں یہ عہد کریں کہ:

"ہم نظام خلافت کی حفاظت اور اس کے استحکام کے لئے آخر دم تک جدوجہد کرتے رہیں گے اور اپنی اولاد در اولاد کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے اور اس کی برکات سے مستفیض ہونے کی تلقین کرتے رہیں گے تاکہ قیامت تک خلافت احمدیہ محفوظ چلی جائے اور قیامت تک سلسلہ احمدیہ کے ذریعہ (دین حق) کی اشاعت ہوتی رہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دنیا کے تمام جھنڈوں سے اونچا لہرانے لگے۔ اے خدا تو ہمیں اس عہد کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما"۔ اللّٰھم آمین. اللّٰھم آمین. اللّٰھم آمین

(الفضل ۱۶ فروری ۱۹۶۰ء)

سخاوت

(مکرم مولانا غلام باری سیف صاحب)

سخاوت ایک اعلیٰ درجہ کا وصف ہے جو انسانیت کی زینت ہے۔اس کے بالمقابل بخل ہے جو سخاوت کی ضد ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی حضرت ابوہریرۃؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

سخی شخص اللہ کے قریب ہے، جنت کے قریب ہے، لوگوں کے قریب ہے اور آگ سے دُور ہے۔لیکن بخیل اللہ سے دُور، جنت سے دُور، لوگوں سے دُور لیکن جہنم کے قریب ہے اور فرمایا جاہل سخی اللہ کو عابد بخیل سے زیادہ محبوب ہے۔

(ترمذی ابوب البر والصلۃ باب ماجاء فی السخاء)

حضرت عائشہؓ کی بہن اسماءؓ نے جو حضورؐ کی نسبتی بہن تھیں پوچھا۔

یارسول اللہ! میرے پاس تو وہی ہوتا ہے جو میرے خاوند زبیرؓ کما کر لاتے ہیں۔کیا مَیں اُس سے اللہ کی راہ میں خرچ کروں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں خرچ کرو اور دیکھو تم گرہ نہ دو ورنہ اللہ بھی تمہارے لئے گرہ دے گا۔ (ترمذی ابوب البر والصلۃ باب ماجاء فی السخاء)

حضرت ابوامامہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اے ابن آدم! جو زائد ہے خرچ کردے۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔اگر تو اسے روک رکھے گا تو یہ تیرے لئے بُرا ہے۔ ہاں اتنا رکھ جتنا تیرے گزارہ کے لئے ضروری ہو اور تیری فیاضی کی ابتداء تیرے اہل خانہ سے ہونی چاہیے اور یاد رکھنا! دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے

(ترمذی ابواب الزھد باب ماجاء فی معیشۃ النبیؐ)

مشہور یہودی عالم حضرت عبداللہ بن سلام جو بعد میں مسلمان ہوگئے تھے۔ وہ کہتے ہیں حضورؐ نے مدینہ میں تشریف آوری کے بعد سب سے پہلا کام جو کیا وہ یہ تھا کہ لوگو! سلام کثرت سے کرو اور لوگوں کو کھانا کھلاؤ۔

(ترمذی ابواب صفۃ القیامۃ)

خود حضور کی فیاضی کی کیفیت کیا تھی۔ حضور کے خادم حضرت انسؓ جو حضور کے گھر میں ہی پروان چڑھے بیان کرتے ہیں کہ حضور تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور آپ کی سخاوت رمضان میں تیز آندھی سے بھی زیادہ پُر جوش ہو جاتی۔ (شمائل ترمذی باب فی خلق رسول اللہؐ)

(مزید) یہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ گھر میں کچھ ذخیرہ نہ رکھتے جو آتا اُسے تقسیم فرما دیتے۔

حضرت عمر فاروقؓ روایت فرماتے ہیں:۔

ایک دفعہ ایک آدمی آیا اُس نے حضورؐ سے کچھ عطا

چاہی۔ حضورؐ نے اُسے کچھ دیا اور فرمایا باقی میرے ذمہ تمہارا قرض ہے جب بھی اللہ کی طرف سے کچھ آیا میں تمہیں مزید دوں گا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے عرض کی۔ اے رسول خدا! آپ نے جو موجود تھا اسے دیا۔ اللہ نے آپ کی طاقت سے بڑھ کر تو آپ کو مکلّف نہیں کیا۔ حضور کو یہ بات ناگوار خاطر ہوئی۔ جب صحابہؓ نے یہ دیکھا تو ایک انصاری صحابی نے کہا۔ اے رسولِ خدا! کیجئے خرچ۔ خدائے ذوالعرش کے خزانے کھلے ہیں آپ تنگی کا خوف نہ کریں۔ انصاری سے یہ سنا تو حضور کا چہرہ مبارک کھل گیا اور فرمایا ہاں مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے۔ (شمائل ترمذی باب ماجاء فی خلق رسول اللہؐ)

وہ جس کے خزانے نہ ختم ہونے والے ہیں اور اس کے محبوب بندوں کے ہاتھ بھی ساون بھادوں کے بادل کی مانند برستے ہیں۔ نہ ان کا دل تنگ ہوتا ہے اور نہ وہ اپنا ہاتھ سکیڑتے ہیں۔ آپ کی محبوب بیوی حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ حضور کو اگر کوئی تحفہ دیتا تو آپ اُس کا بدلہ ضرور دیتے۔

(شمائل ترمذی باب ماجاء فی خلق رسول اللہؐ)

کیوں نہ دیتے آپ خدائے رحمان و رحیم کے مظہر تھے جو محنت کا بدلہ بھی دیتا ہے اور بغیر مانگے بھی دیتا ہے۔

موسیٰ اپنے باپ انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ سے جو شخص مانگتا اُسے دیتے ایک بار ایک آدمی آیا اُس نے آپ سے سوال کیا آپ نے اسے بھیڑ بکریوں کا اتنا بڑا ریوڑ دیا کہ جس سے پہاڑ کی وادی بھر جائے۔ وہ واپس اپنی قوم میں گیا تو کہنے لگے لوگو! مسلمان ہو جاؤ۔ خدا کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو اس طرح دیتا ہے کہ اُسے کسی تنگی یا محتاجی کا ڈر نہیں۔ (مسلم کتاب الفضائل باب فی سخائہ)

اسی حدیث میں ہے کہ جنگ حنین کے دن آپ نے صفوان کو سو اونٹ دیئے پھر سو اونٹ اور دیئے پھر مزید سو دیئے یعنی تین سو اونٹ دیئے۔ اندازہ کیجئے تین سو اونٹ کی قیمت کیا ہوگی۔ صفوان کہتے ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مجھے سب سے زیادہ نفرت تھی لیکن آپ کے عطایا نے میرے بغض کو محبت سے بدل دیا۔

آپ کی اسی سیر چشمی اور سخاوت کا یہ نتیجہ تھا کہ آپ کے قدموں میں ڈھیروں ڈھیر مال آیا۔ لیکن آپ نے اُسے جمع نہیں کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ جویریہ کے بھائی عمرو بن الحارث بیان کرتے ہیں کہ وفات کے وقت حضور کا ترکہ صرف آپ کے ہتھیار اور سواری کی خچر تھی یا زمین جو کہ ٹرسٹ کی شکل میں تھی۔

(شمائل ترمذی باب ماجاء فی میراث رسول اللہؐ)

سورۃ نساء کی آیت نمبر ۳۸ میں قرآن نے صراحت کی ہے کہ خدا کی عطایا اور نعمتوں کو چھپانا بھی بخل ہے۔ سب سے بڑی دولت اور نعمت جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئی تھی وہ افضال اور پیغام و ہدایت تھی جو خدا کی طرف سے آپ کو عطا ہوئی تھی۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تقسیم میں کوئی بخل کیا؟ کیا آپ نے اس پیغام کو پہنچانے کے لئے اپنا آرام، اپنی عزت اور اپنی جان تک راہ حق میں دینے سے بخل کیا؟ اللہ تعالیٰ نے عرش سے آپ کو یہ سند دی فَلَعَلَّکَ

بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم شاید آپ تو اپنی جان اس غم میں گھلا دیں گے کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے۔

حجۃ الوداع کے موقع پر جو آپ کی زندگی کا آخری حج تھا لاکھوں صحابہ سے آپ نے فرمایا۔ اے میرے صحابہؓ! تم قیامت کے دن میرے بارے میں پوچھے جاؤ گے۔ بتاؤ کیا شہادت دو گے؟ صحابہ نے عرض کیا۔ اِنَّکَ بَلَّغْتَ وَاَدَّیْتَ وَنَصَحْتَ۔ حضور! آپ نے خدا کا پیغام ہم تک خوب پہنچایا اور اس کی تبلیغ کا حق ادا کر دیا اور ہماری خیر خواہی بہت عمدہ کی۔ پھر آپ نے شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور پھر لوگوں کی طرف اُسے کیا اور تین بار کہا اے آسمانی آقا! یہ گواہی مشاہدہ کر لے۔

(بخاری کتاب المناقب باب صفۃ النبیؐ)

الغرض خدا کے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی کسی نعمت کو بندوں سے چھپایا نہیں جو کچھ خدا نے آپ کو دیا آپ نے راہِ خداوندی میں خدا کی مخلوق میں اُسے تقسیم کر دیا۔ وہ خدا کی رحمت لے کر دنیا میں آئے تھے اور یہ رحمت وہ تریسٹھ سال تک ایک امین کی طرح ہر طرف بکھیرتے رہے۔ وہ بے داغ اس دنیا میں آئے تھے اور جب ان کا وقت رخصت آیا ان کا دامن بے عیب اور بے داغ تھا۔ اُسے جو کچھ خدا نے دیا، وہ دنیوی نعمت تھی یا اُخروی نعمت، اُس نے دونوں ہاتھوں سے وہ بندوں میں لٹائی اور جب وہ دُنیا سے رُخصت ہو گئے تو اُن کے خلفاء نے بھی اُن کی اسی سنت پر عمل کیا۔

جابرؓ بن عبداللہ کہتے ہیں ایک موقع پر حضور نے مجھے فرمایا۔ جب بحرین سے مال آئے تو میرے پاس آنا میں تجھے اتنا دوں گا۔ اتفاق یہ ہوا کہ مال کی آمد سے پہلے ہی حضور اپنے آسمانی آقا کے پاس جا سدھارے۔ حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو بحرین سے مال آیا۔ آپؓ نے فرمایا لوگو! حضور نے اگر کسی سے وعدہ کیا تھا یا کسی کا قرض دینا تھا تو وہ میرے پاس آ کر لے لے۔ میں گیا تو ابوبکرؓ نے مجھے اس مال میں سے اتنا دے دیا جس کا وعدہ تھا۔ جب میں واپس ہونے لگا تو فرمایا اتنا اور لے لو۔

(مسلم کتاب الفضائل باب فی سخائہ)

کیا دنیوی سخی ایسی سخاوت کر سکتے ہیں؟ کوئی بہت کچھ دے گا تو دنیوی مال و منال آپ کو دے گا اور آج کی خود غرض دنیا میں تو باحیا سخی چراغ لے کر ڈھونڈے سے نہیں ملتا۔ مگر مسلمانوں کا آقا خدا کا محبوب تو اس ذات احدیت کا خلیفہ تھا جس کے خزانے ختم نہ ہونے والے ہیں۔ اُس نے لوگوں کے گھر بھر دیئے۔ جو آپ کے قدموں میں آیا وہ سعادت دارین سے جھولیاں بھر کر لے گیا اور ہدایات اور آسمانی نعماء کا آپ نے وہ لازوال خزانہ چھوڑا کہ رہتی دنیا تک دنیا اس کے ابر سخاوت سے سیراب ہوتی رہے گی۔ آیئے ایک عاشق رسول کے ہم نوا ہو کر کہیں۔

یَا رَبِّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّکَ دَائِمًا
فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا وَبَعْثٍ ثَانٖ

(بحوالہ "حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم"۔ صفحہ ۲۰۴ تا ۲۰۹)

***

مرے من داتا مرے ان داتا

یہ چاند اور چاند کرن سائیں
ترے تن کا سب کندن سائیں

تری ایک ادا کا مول نہیں
مرے فکر کا سارا دھن سائیں

تو حرف و صوت کا رازق ہے
میں بندہ بانجھ سخن سائیں

ترے روپ سروپ کا عکس کوئی
ویران ہے دل درپن سائیں

کب آئے گی پیت پریت کی رُت
کب ہو گا میت ملن سائیں

تجھے دیکھوں دیکھ کے رقص کروں
کبھی یہ سنجوگ سجن سائیں

مرے من داتا! مرے ان داتا!
مرا رزق ترا درشن سائیں

مرا خالق، مالک، متر بھی تو
اور جگ سارا دشمن سائیں

مجھے غیر سے کیا جب میرا ہے
مرا اپنا من موہن سائیں

(رشید قیصرانی)

سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

روایات حضرت مرزا شریف احمد صاحب کی روشنی میں

(۱)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کھمبیاں بہت پسند تھیں۔ ایک دفعہ کھمبیوں کا موسم نہیں تھا تو حضرت (اماں جان) نے مصنوعی کھمبیاں اس قدر نفاست سے تیار کر کے حضور کو پیش کیں کہ حضور نے انہیں بڑے مزے سے کھایا...... خود مَیں نے بھی وہ پکی ہوئی کھمبیاں کھائی تھیں۔ بالکل اصل کی طرح مزیدار اور لذیذ تھیں۔ مرغ کے گوشت سے یہ کھمبیاں تیار کی گئی تھیں۔

(۲)

حضور علیہ السلام پرندوں کا گوشت بہت پسند فرمایا کرتے تھے۔ خصوصاً بھٹر، تلیر اور ممولا۔ ممولا کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ یہ درد گردہ کے لئے بہت مفید ہے۔

بھائی عبدالرحیم صاحب اکثر غلیل سے شکار کر کے لایا کرتے تھے۔ اسی طرح کبھی کبھی مولوی سرور شاہ صاحب بھی۔ اسی طرح حکیم عبدالعزیز خان صاحب جنہوں نے بعد میں قادیان میں طبیہ عجائب گھر کھولا تھا وہ بھی ہوائی بندوق سے کبھی کبھی حضور کے لئے شکار لایا کرتے تھے۔

شکار ہی کے ضمن میں یہ بات بھی یاد آ گئی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام گھر کے جانوروں کو مارنا پسند نہیں کرتے تھے۔

(۳)

حضور عموماً رات کے دس گیارہ بجے تک کام کیا کرتے تھے اور اس کے بعد سونے کی تیاری کیا کرتے تھے۔ حضور تہبند پہن کر سویا کرتے تھے۔ عام لباس جو ہم نے اپنی ہوش میں دیکھا ہے، گرم پاجامہ، گرم صدری اور گرم کوٹ ہوا کرتا تھا۔ اسی طرح ململ کی پگڑی جس کے نیچے ترکی ٹوپی ہوا کرتی تھی۔

حدیث میں بھی آیا ہے کہ ہمارے اور مشرکوں کے درمیان یہ فرق ہے کہ ہم پگڑیاں ٹوپیوں پر پہنتے ہیں۔ (ترمذی)

(۴)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحت اگر اجازت دیتی تو صبح کے وقت ضرور سیر کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ حضور کی معیت کا شرف حاصل کرنے کے لئے دوست (بیت) مبارک کے نیچے جمع ہو جایا کرتے تھے۔ خصوصاً باہر سے آئے ہوئے دوست تو اِس بات کا خاص خیال رکھا کرتے تھے کہ صبح کی سیر میں وہ ضرور شامل ہوں۔ ہم اس وقت چھوٹے چھوٹے ہوتے تھے اور قادیان سے جانب شمال قریباً میل بھر دُور کسیر ہوتی تھی۔ ہم سیر میں وہاں تک جاتے تھے اور اس جگہ ٹھہر جاتے تھے اور کسیر اُکھاڑ کر واپسی پر ساتھ لے آیا کرتے تھے۔ اس سیر کے لئے حضور سورج نکلنے کے قریب قریب جایا کرتے تھے۔ سیر میں احباب مختلف موضوعات پر حضور سے گفتگو بھی کیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ قادیان سے مشرق کی جانب سیر کے دوران میں ہی آپ نے میر عباس علی لدھیانوی کے متعلق اپنا رُویا بھی سنایا کہ وہ سیاہ لباس پہنے کھڑا ہے اور میری طرف آنا چاہتا ہے لیکن حضور نے فرمایا کہ مَیں نے اُسے جواب دیا کہ اب وقت گذر گیا ہے۔ اس سیر میں حضرت خلیفہ اوّل بھی حضور کے ساتھ ہوا کرتے تھے۔ حضور تیز رفتار تھے اور اس کے مقابل پر مولوی صاحب تیز نہیں چل سکتے تھے۔ چنانچہ

مولوی صاحب اکثر پیچھے رہ جاتے اور کئی دفعہ حضور پیچھے مڑ کر اُن کا انتظار کرتے۔

(۵)

حضور کے پاس ایک کاپی رہا کرتی تھی جو سوتے وقت حضور کے سرہانے ہوتی۔ جس وقت کوئی الہام وغیرہ ہوتا تو حضور اُسے اُسی وقت کاپی میں نوٹ کرلیا کرتے۔

مَیں نے وہ کاپی خود دیکھی ہے۔ قریباً 6x5 انچ کی تھی اور ڈیڑھ انچ موٹی سفید کاغذوں کی۔ یہ کاغذ لکیر دار نہیں تھے۔

(۶)

ایک دفعہ سردیوں کا موسم تھا۔ مَیں سکول کے لڑکوں کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھنے کے لئے بڑی (بیت) میں گیا۔ ان دنوں طالب علموں کے لئے ظہر کی باجماعت نماز سکول کے انتظام کے ماتحت ہوا کرتی تھی۔ مجھے اس وقت سردی لگی جو خوشگوار سی معلوم ہوئی۔ نماز پڑھ کر جب سکول کے کمرہ میں مَیں واپس آیا تو مجھے پیشاب کی حاجت محسوس ہوئی۔ چنانچہ مَیں اجازت لے کر گھر آیا اور نچلی منزل سے مکان میں اُن سیڑھیوں سے داخل ہوا جو حضرت صاحب کے رہائشی دالان میں کھلتی تھیں۔ اس کے بعد مجھے اتنا یاد ہے کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پلنگ کی پائینتی کی طرف سہارا لگا کر لیٹ گیا ہوں۔ جب میری آنکھ کھلی تو غالباً دوسرا دن تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میرے پاس تھے اور تیمارداری کررہے تھے۔ مجھے اتنا شدید بخار ہوگیا تھا کہ میں بے ہوش گیا تھا۔

(۷)

جب کبھی ہم بیمار ہوجاتے تو بیماری میں خواہش کیا کرتے کہ آتشبازی کے انار اور پٹاخے وغیرہ چلانے کی اجازت دی جائے۔ حضور پٹاخوں کی اجازت تو نہیں دیتے تھے البتہ ہمیں خوش کرنے کے لئے ہمارے سامنے دوسروں کو انار چلانے کی اجازت دے دیا کرتے تھے۔ حضور فرمایا کرتے تھے کہ انار وغیرہ سے ہوا بھی صاف ہوجاتی ہے اس لئے اس میں کوئی حرج نہیں۔

(۸)

ابتدائی زمانہ میں فونوگراف ابھی شروع ہی ہوا تھا اور قادیان میں سوائے حضرت نواب صاحب کے کسی شخص کے پاس فونوگراف نہیں تھا۔ بعض ہندوؤں نے خواہش ظاہر کی کہ ان کو فونوگراف سنایا جائے۔ چنانچہ اس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک خاص (دعوۃ الی اللہ کے لئے) نظم لکھی جس کی ابتداء اس طرح ہے کہ:

آواز آرہی ہے یہ فونو گراف سے
ڈھونڈو خدا کو دل سے نہ لاف وگزاف سے

یہ نظم مولوی عبدالکریم صاحب نے نہایت خوش الحانی سے گا کر ریکارڈ کرائی اور پھر حضرت اماں جان کے صحن میں ہندوؤں کو یہ ریکارڈ سنایا۔ اس زمانہ میں فونوگراف کی مشین ایسی تھی جس میں ریکارڈنگ کا بھی انتظام ہوتا تھا۔ ایک گول سلنڈر ہوتا تھا۔ جس کے اُوپر آواز بھری جاتی تھی اور پھر وہ سنی جاسکتی تھی۔ پھر اس کے بعد فونوگراف میں تبدیلیاں ہوئیں اور گراموفون کی شکل میں مشین تیار ہوئی۔

(۹)

ایک دفعہ ایک نانبائی کے متعلق شکایت ہوئی کہ یہ کھانے میں چوری کرتا ہے تو حضور سن کر ہنس پڑے اور فرمایا: اگر یہ ولی اللہ ہوتا تو خدا تعالیٰ اسے ایسے کام میں کیوں ڈالتا۔ یہ ایک روٹی کے لئے دو دفعہ جہنم میں جاتا ہے۔

(۱۰)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جن دنوں اپنا لاہور کا آخری سفر کرنا تھا (تو اس میں کئی دفعہ کئی قسم کی روکیں پیدا ہوتی رہیں۔ ایک دفعہ تو حضور دو دن کے لئے اس لئے بھی

رک گئے کہ مجھے تیز بخار اور پیچش کی شکایت ہوگئی تھی۔ اس کے بعد چونکہ بٹالہ سے لاہور تک کے لئے گاڑی ریزرو ہوچکی تھی اس لئے حضور کو بہر حال جانا پڑا اور) حضور قادیان سے بٹالہ تشریف لے گئے۔ رات بٹالہ میں رہے۔ جہاں کی جماعت نے حضور کو رات کے کھانے کی دعوت دی تھی۔ جب شام کے قریب حضور بٹالہ پہنچے تو جماعت کے لوگ کافی وقت گئے تک حضور سے ملتے رہے اور بہت رات گئے تک بھی انہوں نے کھانے وغیرہ کا کوئی انتظام نہ کیا۔

جب سب دوست مل ملا کر فارغ ہوئے تو پھر اس طرف متوجہ ہوئے۔ حتیٰ کہ رات کے کوئی دو بج گئے۔ مَیں تو چھوٹی عمر میں تھا اور بیمار بھی تھا اس لئے زیادہ دیر تک برداشت نہ کرسکا۔ چنانچہ مجھے تنور کی روٹی بازار سے منگوا کر شوربے میں بھگو کر دی گئی اور وہی میں نے کھالی۔ اسی طرح خود حضرت اماں جان نے اپنی بھوک کا بڑی شدت سے اظہار فرمایا تھا لیکن اتنی دیر ہونے اور تکلیف کے باوجود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اخلاق کا یہ عالم تھا کہ آپ نے کسی معمولی سے معمولی اشارے سے بھی جماعت کے دوستوں سے اپنی تکلیف یا ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ نہایت صبر اور سکون سے وقت گذارا اور نہ صرف یہی بلکہ علیحدگی میں اپنے گھر والوں سے بھی اس دیری یا تکلیف کا ذکر نہیں فرمایا۔

(۱۱)

مئی ۱۹۰۸ء میں لاہور جاتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حجرہ بند کیا۔ حجرہ وہ کمرہ ہے جس میں آخری عمر میں آپ تصنیف فرمایا کرتے تھے۔ اس کا ایک دروازہ ام ناصر کے مکان کی طرف کھلتا تھا۔ دوسرا بیت الدعا میں اور تیسرا میرے سابقہ مکان کے صحن میں۔ اس حجرہ کو بند کرتے ہوئے آپ نے فرمایا اب ہم اس کو نہیں کھولیں گے۔ چنانچہ اس کے بعد حضور کی وفات ہوگئی اور پھر حضور کو یہ حجرہ کھولنے کا موقع نہیں ملا۔

(۱۲)

اسی طرح مئی ۱۹۰۸ء میں ہی لاہور میں ایک ڈاکٹر حضور کے پاس آیا۔ یہ وفات سے ایک دن پہلے عصر کی نماز کے وقت کی بات ہے۔ اس ڈاکٹر نے چند سوالات کئے جن کے جوابات حضور نے بڑے اختصار سے دیے اور فرمایا کہ یہ تمام باتیں مَیں اپنی کتابوں میں لکھ چکا ہوں۔ اس کے بعد اس ڈاکٹر نے پھر اصرار کیا اور کچھ اور باتیں پوچھیں تو حضورؑ نے فرمایا۔ اب ہم اپنا کام ختم کر چکے ہیں۔

(۱۳)

مولوی عبدالکریم صاحب کا جنازہ جس وقت پڑھنے کے لئے رکھا گیا ہے تو اس وقت تقطر شروع ہوگیا تھا۔ جنازہ کے بعد ایک آدمی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کیا کہ حضور! میرے لئے دعائے مغفرت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا مَیں نے اپنی جماعت کے سب لوگوں کے لئے دعائے مغفرت کردی ہے۔ مَیں خود اس جنازہ میں موجود تھا۔ مولوی عبدالکریم صاحب کا جنازہ امانتاً دفن کردیا گیا تھا۔ اس کے بعد بہشتی مقبرہ بنا تو پھر ان کو وہاں دفن کردیا گیا۔ ان کے دفن کے وقت سیالکوٹ کے ایک دوست سید امیر علی صاحب نے حضور سے درخواست کی کہ مجھے شکل دیکھنے کی اجازت دی جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ چونکہ آپ کا دیرینہ تعلق تھا اس لئے آپ کو مَیں اس کی اجازت دیتا ہوں لیکن شکل دیکھ کر کسی اور شخص سے ذکر نہ کریں۔

(ماہنامہ "خالد" جنوری ۱۹۵۸ء)

****

افسانۂ جدید

پڑھ چشم دل سے تو ذرا افسانۂ جدید
روشن ہے شمعِ نو تو ہر پروانۂ جدید

اشک و دعا ہوں بھیجتا "مسرور" کی طرف
ارسال کر رہا ہوں اِک نذرانۂ جدید

ہیں پینے والے جانتے بادہ وہی تو ہے
مہدی نے آ کے کھولا ہے میخانۂ جدید

ہے داستانِ نو مری رنگِ کہن لئے
میں لکھ رہا ہوں ہر گھڑی افسانۂ جدید

دل میرا لے چلے وہ جب میں نے کہا "یہ کیا"؟
چپکے سے کہہ کے چل دیے "جرمانۂ جدید"

رکھتا ہے درد احمدی ہر فرد کے لئے
بالائے رنگ و نسل ہے بیگانۂ جدید

غارت ز گرزِ آہنی پہلا صنم کدہ
تیغِ دلیل از پئے بتخانۂ جدید

"الدّار" کے معنوں میں ہے پنہاں نظامِ نو
سارا جہاں بنے گا اب کاشانۂ جدید

احمد کے میکدے میں ہیں کیا تازہ رونقیں
ساقی اگر نیا تو ہر مستانۂ جدید

داعی الی اللہ پھر رہے پیغام حق لئے
بٹتی مئے کہن ہے در پیمانۂ جدید

ضربِ دلیلِ نو سے وہ اصنام توڑ دے
تہذیبِ غرب چیز کیا؟ بتخانۂ جدید

دل میں مرے کوئی نہیں جز ایک ذات کے
رکھتا ہے کتنی رونقیں، ویرانۂ جدید

مسرور و مست رکھتی ہے اس کی نظر ہمیں
"مسرور" کی نِگہ میں ہے خمخانۂ جدید

فرہاد و قیس کر رہے جھک کر اسے سلام
اِسلام ہے اس دَور کا دیوانۂ جدید

(عبدالسلام اسلام)

علم حدیث ایک تعارف

(مکرم شفیق احمد ججہ صاحب)

''حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اللہ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے ہم سے کوئی بات سنی اور آگے اسی طرح اسے پہنچایا جس طرح اس نے سنا تھا۔ کیونکہ بہت سے ایسے لوگ جن کو بات پہنچائی گئی ہو براہ راست سننے والوں سے زیادہ یاد رکھنے والے اور سمجھنے والے ہوتے ہیں''۔ (جامع ترمذی ابواب العلم باب الحث علی تبلیغ السماع)

حدیث کی تعریف

''حدیث ایک عربی لفظ ہے جس کے بنیادی معنی ایسی نئی بات کے ہیں جو یا تو بالکل ہی نئی ہو یا نئے انداز میں پیش کی گئی ہو چونکہ آنحضرت ﷺ کا کلام بھی نئے اور بیش بہا حقائق پر مشتمل ہے اس لئے اس کا نام اصطلاحاً حدیث رکھا گیا۔ پس حدیث اس مقدس کلام کا نام ہے جو ہمارے آقا آنحضرت ﷺ (فداہ نفسی) کی زبان مبارک سے نکلا یا جس میں آپؐ کی پاکیزہ زندگی کا کوئی چشم دید واقعہ بیان کیا گیا اور پھر آپؐ کے صحابہ اور بعد کے مسلمان راویوں کے ذریعہ وہ کچھ عرصہ کے بعد تحریر میں لا کر محفوظ کر لیا گیا''۔

(چالیس جواہر پارے مرتبہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے صفحہ 1)

حدیث کی اہمیت و ضرورت

حضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے چالیس سال کی عمر میں مبعوث فرمایا اور آنحضرت ﷺ کے سپرد دو اہم کام کئے۔

اوّل: اللہ تعالیٰ کے پیغام کی تبلیغ کرنا۔ جس کی طرف مندرجہ ذیل آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔

''اے رسول! اچھی طرح پہنچا دے جو تیرے رب کی طرف سے تیری طرف اتارا گیا ہے اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو گویا تو نے اُس پیغام کو نہیں پہنچایا''۔ (المائدہ:68)

دوم: قرآن کریم کی تبیین و تفسیر جو سنت و حدیث کی صورت میں مدوّن ہے۔ اس کی طرف اشارہ مندرجہ ذیل آیت میں کیا گیا ہے۔

''ہم نے تیری طرف ذکر اتارا ہے تا کہ تو اچھی طرح لوگوں پر وضاحت کر دے جو ان کی طرف نازل کیا گیا اور تا کہ وہ تفکر کریں''۔ (النحل:45)

پس ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے کلام الٰہی کی جو تشریح اپنے اقوال و افعال سے فرمائی وہ امت محمدیہ کے لئے واجب العمل ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ اسی امر کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتا ہے۔

''اور رسول جو تمہیں عطا کرے تم اسے لے لو اور جس سے تمہیں روکے اس سے رک جاؤ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو''۔ (الحشر:8)

دراصل آنحضرت ﷺ جو بھی بولتے وہ خدا کی مرضی اور رضا کے ساتھ ہی بولتے تھے جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے۔

''اور وہ خواہش نفس سے کلام نہیں کرتا۔ یہ تو محض ایک وحی ہے جو اتاری جا رہی ہے''۔ (النجم:4,5)

''(اے محمدؐ!) جب تُو نے (ان کی طرف کنکر) پھینکے تو تو نے نہیں پھینکے بلکہ اللہ نے جس نے پھینکے''۔(الانفال: 18)

انہی امور کی طرف حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس قول میں بھی اشارہ ملتا ہے۔

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآن۔یعنی آپؐ کا خلق قران تھا۔

پس آنحضرت ﷺ کے الفاظ کی یا آپ کے افعال کی پیروی کرنا دراصل اللہ تعالیٰ اور قرآن کی ہی پیروی کرنا ہے۔

صحابہؓ کے نزدیک احادیث کا مقام

صحابہ کرامؓ جو دین اسلام کے امین اور تبلیغ قرآن کے ذمہ دار تھے سب سے بڑھ کر اپنے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ کے تربیت یافتہ تھے۔ حضور ﷺ کے افعال و اقوال کی یہی حیثیت سمجھتے تھے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کچھ ساتھی جو حمص کے رہنے والے تھے بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے جب حضرت معاذؓ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تو ان سے پوچھا جب کوئی مقدمہ تمہارے سامنے پیش ہو تو کیسے فیصلہ کرو گے۔ حضرت معاذؓ نے عرض کیا کہ کتاب اللہ (قرآن کریم) کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپؐ نے پوچھا اگر کتاب اللہ میں وضاحت نہ ملے تو پھر کیا کرو گے؟ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا اللہ کے رسول کی سنت (اور ارشاد) کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپؐ نے فرمایا اگر نہ سنت میں کوئی وضاحت پاؤ نہ کتاب اللہ میں تو پھر کیا کرو گے؟ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔ اس صورت میں غور و فکر کر کے اپنی رائے سے فیصلہ کرنے کی کوشش کروں گا اور اس میں کسی قسم کی سستی سے کام نہیں لوں گا۔ حضور ﷺ نے سن کر معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینہ پر شاباش دینے کے لئے ہاتھ مارا اور فرمایا الحمدللہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے اللہ کے رسول کے قاصد کو یہ توفیق دی اور اسے وہ صحیح طریق کار سمجھایا جو اللہ کے رسول کو پسند ہے۔ (ابوداؤد کتاب الاقضیۃ باب اجتھاد الرای فی القضاء)

علم حدیث کی مختصر تاریخ

جس طرح ایک عام انسان اپنے محبوب کی ہر بات کو نہ صرف یاد رکھتا ہے بلکہ ہر ایک کو سناتا پھرتا ہے۔ اسی طرح حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے جان نثار صحابہ رضوان اللہ علیہم نے اپنے آقا محمد عربی ﷺ کی باتوں کو نہ صرف یاد رکھا بلکہ ان باتوں کو آگے لوگوں تک پہنچانے کا اہتمام بھی کیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض مصالح کی وجہ سے شروع میں احادیث کے لکھنے اور کتاب کی شکل میں انہیں مدوّن کرنے کا اجتماعی اہتمام صحابہ نے اس طرح نہیں کیا جس طرح کا اہتمام قرآن کے لکھنے اور محفوظ کرنے کا کیا۔ احادیث کو شروع میں نہ لکھنے کی باقی وجوہات کے علاوہ ایک اہم وجہ یہ تھی تا کہ نئے مسلمان ہونے والے کو کوئی غلط فہمی کی صورت پیدا نہ ہو۔ وہ ناسمجھی سے کسی حدیث کو قرآن کی آیت ہی نہ سمجھ لیں۔ لیکن انفرادی طور پر متعدد صحابہ احادیث کو زبانی یاد رکھنے کے علاوہ لکھ بھی لیتے تھے۔ بعض موقعوں پر آنحضرت ﷺ نے احادیث لکھنے کا بھی حکم دیا مثلاً اکتبوا لابی شاہ بعض صحابہ آنحضرت ﷺ کی اجازت سے احادیث لکھ بھی لیتے تھے۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احادیث آنحضرت ﷺ کے دور میں لکھیں جو بعد میں صحیفہ صادقہ کے نام سے ایک کتابی صورت میں چھپی ہوئی ہیں۔ اس کے علاوہ بھی آنحضرت ﷺ کے زمانے کی تحریرات ملتی ہیں۔ مثلاً معاہدہ مدینہ، معاہدہ صلح حدیبیہ اور آپؐ کے خطوط وغیرہ۔

یہی حال تابعین کا تھا کہ پورے شوق اور توجہ کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے ارشادات کا علم حاصل کرتے اور دوسروں تک پہنچاتے۔ تبع تابعین کے زمانہ تک تو علم حدیث کا شوق سارے ممالک اسلامی میں عام ہو چکا تھا۔ مدارس حدیث قائم ہو چکے تھے۔ اس زمانہ میں بڑے بڑے آئمہ حدیث پیدا ہوئے۔ انہوں نے احادیث کو اکٹھا کرنے کی خاطر لمبے لمبے سفر کئے اور احادیث کے مجموعے مرتب کر کے انہیں کتابی شکل دی۔ اسی زمانے میں صحت حدیث پرکھنے کیلئے اصول درایت اور روایت مرتب کئے گئے۔ اصول روایت کیلئے اسماء الرجال کے علم کی داغ بیل پڑی اور بڑی بڑی کتابیں لکھی گئیں جس میں ہر راوی کی زندگی پر بحث کی گئی۔ درایت سے مراد ہے کہ حدیث قرآن، عقل سلیم اور واقعات ثابتہ کے مطابق ہو۔ ان کے خلاف نہ ہو۔

حدیث کی اقسام

محدثین کرام نے حدیث کی الفاظ اور مضمون کے اعتبار سے بہت سی قسمیں قرار دی ہیں۔ ان میں سے مشہور یہ ہیں:-

حدیث قدسی: وہ حدیث جس میں آنحضرت ﷺ نے خدا تعالیٰ کی طرف کوئی ارشاد یا فعل منسوب کیا ہو مثلاً یہ فرمایا ہو کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اس اس طرح ارشاد فرمایا ہے اور یہ بات قرآنی وحی کے علاوہ ہو۔

حدیث قولی:- وہ حدیث جس میں آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ بیان کئے گئے ہوں مثلاً کوئی صحابی یہ بیان کرے کہ فلاں موقعہ پر آپؐ نے یہ تقریر فرمائی یا فلاں شخص کے ساتھ یہ گفتگو کی یا فلاں صحابی کو یہ حکم دیا وغیرہ۔

حدیث فعلی:- وہ حدیث جس میں آنحضرت ﷺ کے کسی قول کا ذکر نہ ہو بلکہ صرف فعل کا ذکر ہو کہ آپؐ نے فلاں موقعہ پر یہ کام کیا یا فلاں دینی فریضہ اس رنگ میں ادا فرمایا وغیرہ۔

حدیث تقریری:- وہ حدیث جس میں آنحضرت ﷺ کا کوئی قول یا فعل تو بیان نہ کیا گیا ہو لیکن یہ ذکر ہو کہ آپ کے سامنے فلاں شخص نے فلاں کام کیا یا فلاں بات کہی آپ نے اس کام کے کرنے یا اس بات کے کہنے سے روکا یا نہیں روکا۔

کتب حدیث کی اقسام

کتب حدیث کے لحاظ سے بھی بہت سی اقسام بیان کی جاتی ہیں لیکن ذیل میں صرف چند مشہور اقسام کا ذکر کیا جائے گا۔

جوامع (جامع کی واحد):- جامع محدثین کی اصطلاح میں وہ کتاب ہے جس میں مقررہ آٹھ قسم کی یعنی عقائد، احکام، رقاق، تفسیر، آداب معاشرہ، تاریخ وسیرت، فضائل ومناقب اور فتنوں کے متعلق حدیثیں پائی جاتی ہوں۔ جیسے جامع صحیح بخاری، جامع صحیح مسلم، جامع ترمذی وغیرہ۔

مسانید (مسند کی جمع):- احادیث کی ایسی کتابیں جن میں احادیث کو بترتیب صحابہ بلا لحاظ مضمون جمع کر دیا گیا ہو۔ یہ ترتیب خواہ بلحاظ حروف تہجی ہو خواہ باعتبار پہلے اسلام لانے کے ہو۔ جیسے مسند احمد بن حنبل۔

سنن:- وہ کتاب جس میں صرف احکام و آداب سے متعلقہ احادیث جمع کی گئی ہوں یعنی وہ فقہی ابواب پر مشتمل ہو جیسے سنن ابوداؤد، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ وغیرہ۔

حدیث کی چند مشہور کتابیں

اب ذیل میں حدیث کی چند مشہور کتابیں اور ان کے مؤلفین کے نام درج کئے جاتے ہیں۔ یہ ترتیب آئمہ کرام

کے سن وفات کو مدنظر رکھتے ہوئے قائم کی ہے۔

۱۔ موطا امام مالک از حضرت امام مالک بن انسؒ

۲۔ مسند احمد بن حنبل از حضرت امام احمد بن محمد بن حنبلؒ

۳۔ صحیح بخاری از حضرت امام محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ

۴۔ صحیح مسلم از حضرت امام مسلم بن حجاج نیشاپوریؒ

۵۔ سنن ابن ماجہ از حضرت امام محمد بن یزیدؒ

۶۔ سنن ابی داؤد از حضرت امام سلیمان بن اشعثؒ

۷۔ جامع الترمذی از حضرت امام محمد بن عیسیٰؒ

۸۔ سنن نسائی از حضرت امام احمد بن محمدؒ

جماعت احمدیہ کے نزدیک احادیث کا مقام و مرتبہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

''مسلمانوں کے ہاتھ میں اسلامی ہدایتوں پر قائم ہونے کے لئے تین چیزیں ہیں:-

(۱) قرآن شریف جو کتاب اللہ ہے۔ جس سے بڑھ کر ہاتھ میں کوئی کلام قطعی اور یقینی نہیں وہ خدا کا کلام ہے۔ وہ شک اور ظن کی آلائشوں سے پاک ہے۔

(۲) دوسری سنت...... حدیث الگ چیز ہے اور سنت الگ چیز۔ سنت سے مراد ہماری صرف آنحضرتؐ کی فعلی روش ہے جو اپنے اندر تواتر رکھتی ہے اور ابتداء سے قرآن شریف کے ساتھ ہی ظاہر ہوئی اور ہمیشہ ساتھ ہی رہے گی۔ یا بہ تبدیل الفاظ یوں کہہ سکتے ہیں کہ قرآن شریف خدا تعالیٰ کا قول ہے اور سنت رسول اللہ علیہ السلام کا فعل اور قدیم سے عادۃ اللہ یہی ہے کہ انبیاء علیہم السلام خدا کا قول لوگوں کی ہدایت کے لئے لاتے ہیں تو اپنے عملی فعل سے یعنی عملی طور پر اس قول کی تفسیر کر دیتے ہیں تا اس قول کا سمجھنا لوگوں پر مشتبہ نہ رہے اور اس قول پر آپ بھی عمل کرتے ہیں اور دوسروں سے بھی عمل کراتے ہیں۔

(۳) تیسرا ذریعہ ہدایت کا حدیث ہے اور حدیث سے مراد ہماری وہ آثار ہیں کہ جو قصوں کے رنگ میں آنحضرت ﷺ سے قریباً ڈیڑھ سو برس بعد مختلف راویوں کے ذریعوں سے جمع کئے گئے ہیں..... بعض تبع تابعین کی طبیعت کو خدا نے اس طرف پھیر دیا کہ حدیثوں کو بھی جمع کر لینا چاہیے۔ تب حدیثیں جمع ہوئیں۔ اس میں شک نہیں کہ اکثر حدیثوں کے جمع کرنے والے بڑے متقی اور پرہیزگار تھے انہوں نے جہاں تک ان کی طاقت میں تھا حدیثوں کی تنقید کی اور ایسی حدیثوں سے بچنا چاہا جو ان کی رائے میں موضوعات میں سے تھیں اور ہر ایک مشتبہ الحال راوی کی حدیث نہیں لی۔ بہت محنت کی مگر تاہم چونکہ وہ ساری کارروائی بعد از وقت تھی۔ اس لئے وہ سب ظن کے مرتبہ پر رہی بایں ہمہ یہ سخت ناانصافی ہوگی کہ یہ کہا جائے کہ وہ سب حدیثیں لغو اور نکمی اور بے فائدہ اور جھوٹی ہیں بلکہ ان حدیثوں کے لکھنے میں اس قدر احتیاط سے کام لیا گیا ہے اور اس قدر تحقیق اور تنقید کی گئی ہے جو اس کی نظیر دوسرے مذاہب میں نہیں پائی جاتی۔ یہودیوں میں بھی حدیثیں ہیں اور حضرت مسیح کے مقابل پر بھی وہی فرقہ یہودیوں کا تھا جو عامل بالحدیث کہلاتا تھا لیکن ثابت نہیں کیا گیا کہ یہودیوں کے محدثین نے ایسی احتیاط سے وہ حدیثیں جمع کی تھیں جیسا کہ اسلام کے محدثین نے۔ تاہم یہ غلطی ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ جب تک حدیثیں جمع نہیں ہوئی تھیں اس وقت تک لوگ نمازوں کی رکعات سے

بے خبر تھے یا حج کرنے کے طریق سے نا آشنا تھے۔ کیونکہ سلسلہ تعامل نے جو سنت کے ذریعہ سے اُن میں پیدا ہو گیا تھا۔ تمام حدود اور فرائض اسلام ان کو سکھلا دیے تھے اس لئے یہ بات بالکل صحیح ہے کہ اُن حدیثوں کا دنیا میں اگر وجود بھی نہ ہوتا جو مدت دراز کے بعد جمع کی گئیں تو اسلام کی اصلی تعلیم کا کچھ بھی حرج نہ تھا کیونکہ قرآن اور سلسلہ تعامل نے اُن ضرورتوں کو پورا کر دیا تھا۔ تاہم حدیثوں نے اس نور کو زیادہ کیا۔ گویا اسلام نور علیٰ نور ہو گیا اور حدیثیں قرآن اور سنت کیلئے گواہ کی طرح کھڑی ہو گئیں اور اسلام کے بہت سے فرقے جو بعد میں پیدا ہو گئے ان میں سے سچے فرقے کو احادیث صحیحہ سے بہت فائدہ پہنچا۔ پس مذہب اسلم یہی ہے کہ نہ تو اس زمانہ کے اہلحدیث کی طرح حدیثوں کی نسبت یہ اعتقاد رکھا جائے کہ قرآن پر وہ مقدم ہیں اور نیز اگر ان کے قصے صریح قرآن کے بیانات سے مخالف پڑیں تو ایسا نہ کریں کہ حدیثوں کے قصوں کو قرآن پر ترجیح دی جاوے اور قرآن کو چھوڑ دیا جائے اور نہ حدیثوں کو مولوی عبداللہ چکڑالوی کے عقیدہ کی طرح محض لغو اور باطل ٹھہرایا جائے بلکہ چاہیے کہ قرآن اور سنت کو حدیثوں پر قاضی سمجھا جائے اور جو حدیث قرآن اور سنت کے مخالف نہ ہو۔ اس کو بسر و چشم قبول کیا جاوے۔ یہی صراط مستقیم ہے۔ مبارک وہ جو اس کے پابند ہوتے ہیں۔ نہایت بدقسمت اور نادان وہ شخص ہے جو بغیر لحاظ اس قاعدہ کے حدیثوں کا انکار کرتا ہے۔

ہماری جماعت کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ اگر کوئی حدیث معارض اور مخالف قرآن اور سنت نہ ہو تو خواہ کیسے ہی ادنیٰ درجہ کی حدیث ہو اُس پر وہ عمل کریں''۔

(ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی۔ روحانی خزائن جلد ۱۹۔ صفحہ ۲۰۹ تا ۲۱۲)

آپؑ مزید فرماتے ہیں:۔

''قرآن شریف کے پہلے سمجھنے والے رسول اللہ ﷺ ہی تھے اور اس پر آپ عمل کرتے تھے اور دوسروں کو عمل کراتے تھے یہی سنت ہے اور اسی کو تعامل کہتے ہیں اور بعد میں آئمہ نے نہایت محنت اور جانفشانی سے اس سنت کو الفاظ میں لکھا اور جمع کیا اور اس کے متعلق تحقیقات اور چھان بین کی پس وہ حدیث ہوئی''۔ (ملفوظات جلد نمبر ۲ صفحہ ۲۴۸)

''حدیث کے متعلق ہمارا مذہب ہے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ بھی ہو تو اس پر عمل کر لیا جائے جب تک وہ مخالف قرآن نہ ہو''۔ (ملفوظات جلد نمبر ۲ صفحہ ۴۷)

''ہم احادیث کی عزت کرتے ہیں اور اپنے مخالفوں سے بھی بڑھ کر احادیث کو واجب العمل سمجھتے ہیں لیکن یہ سچ ہے کہ ہم دیکھیں گے کہ وہ حدیث قرآن شریف کے کسی بیان کے متعارض یا متخالف نہ ہو اور محدثین کے اپنے وضع کردہ اصولوں کی بناء پر اگر کوئی حدیث موضوع بھی ٹھہرتی ہو لیکن قرآن شریف کے مخالف نہ ہو بلکہ اس سے قرآن شریف کی عظمت کا اظہار ہوتا ہے تب بھی ہم اس کو واجب العمل سمجھتے ہیں اور اس امر کا پاس کریں گے کہ وہ آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب ہے لیکن اگر کوئی حدیث ایسی پیش کی جاوے جو قرآن شریف کے مخالف ہو تو ہم کوشش کریں گے کہ اس کی تاویل کر کے اس مخالفت کو دور کریں لیکن اگر وہ مخالفت دور نہیں ہو سکتی ہو تو پھر ہم کو وہ حدیث بہرحال چھوڑنی پڑے گی کیونکہ ہم اس پر قرآن کو چھوڑ نہیں سکتے''۔ (ملفوظات جلد نمبر ۳ صفحہ ۱۸)

''بعض لوگوں کو اس بات کا علم نہیں ہوتا کہ آنحضرت ﷺ

نے فلاں بات قرآن کے کس مقام سے استنباط کی ہے تو ان کو یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ قرآن میں نہیں ہے اور اصل بات یہ ہے کہ سب کچھ قرآن سے ہی لیا گیا ہے مگر اس باریک درباریک استنباط کا لوگوں کو علم نہیں ہوتا خدا تعالیٰ نے قرآن کو کتاب مفصل کہا ہے تو اس پر ایمان ہونا چاہیے۔ بعض استنباط سوائے انبیاء کے دوسرے کو سمجھ ہی نہیں آتے"۔

(ملفوظات جلد نمبر ۳ حاشیہ صفحہ ۲۶۱)

"علم کا خاصہ ہی یہی ہے کہ بلا استاد کے نہیں آتا اور نبی بھی ایک استاد ہوتا ہے۔ جو کہ خدا کی کلام کو سمجھا کر اس پر عمل کرنے کا طریق بتلاتا ہے..... جو استاد کا محتاج نہیں ہے وہ ضرور ٹھوکر کھاوے گا جیسے طبیب بلا استاد کے طبابت کرے تو دھوکا کھاوے گا ایسے ہی جو شخص بلا توسل آنحضرت ﷺ کے اگر خود بخود قرآن سمجھتا ہے تو ضرور دھوکا کھاوے گا"۔ (ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۴۱۳)

"ہمارا کام یہ ہے کہ اس دین کی خدمت کریں اور اس کو کل مذاہب پر غالب کر کے دکھادیں۔ قرآن شریف کی اور احادیث کی جو پیغمبر خدا سے ثابت ہیں اتباع کریں۔ ضعیف سے ضعیف حدیث بھی بشرطیکہ وہ قرآن شریف کے مخالف نہ ہو ہم واجب العمل سمجھتے ہیں اور بخاری اور مسلم کو بعد کتاب اللہ اصح الکتب مانتے ہیں"۔

(ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۱۰۷-۱۰۸)

"متقی کے واسطے مناسب ہے کہ اس قسم کا خیال دل میں نہ لاوے کہ حدیث کوئی چیز نہیں...... آنحضرت ﷺ کے تمام کاروبار قرآن شریف کے ماتحت تھے اگر قرآن شریف کے واسطے معلم کی ضرورت نہ ہوتی تو قرآن رسول پر کیوں

اعلان

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مکرم صاحبزادہ مرزا عدیل احمد صاحب کی مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ پاکستان میں بطور مہتمم وقار عمل منظوری مرحمت فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ اعزاز ان کے لئے ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے۔ آمین

(معتمد مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

اترتا"۔ (ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۲۴۴)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں۔

"رسول اللہ ﷺ کے منہ کی باتیں تو صاف پہچانی جاتی ہیں۔ ان کی خوشبو ان کا رنگ، ان کی روحانیت، ان کا گہرا فلسفہ یہ تو ایک سیکنڈ کے لئے بھی انسان (Miss) نہیں کرسکتا...... حدیث کی خوشبو ہی الگ ہے۔ وہ اپنی خوشبو سے پہچانی جاتی ہے۔ جس طرح گلاب اپنی خوشبو سے پہچانا جاتا ہے۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں بھی اپنی خوشبو سے پہچانی جاتی ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ یعنی ظاہری علامت کہ قرآن کریم میں ان کی بنیاد ہوتی ہے۔ اس لئے قرآن کریم کی کسی آیت سے وہ ٹکراتی نہیں جو حدیث قرآنی مضمون کے مطابق ہو وہ ضرور سچی ہے"۔

(اطفال ملاقات بحوالہ روزنامہ الفضل 4 فروری 2000)

****

انفاق فی سبیل اللہ اور اخلاص کے اظہار کا ایک پہلو

نظام وصیت میں شمولیت

(مکرم سید مبشر احمد ایاز صاحب)

ایک بادشاہ سے کسی درویش نے پوچھا کہ بادشاہ سلامت اگر کسی جنگل میں آپ ہوں اور پیاس سے براحال ہو، پانی میسر نہ ہو تو ایسے وقت میں جب موت قریب ہو تو پانی پلانے والے کو آپ کیا دیں گے، بادشاہ کہنے لگا کہ اپنی آدھی سلطنت دے دوں گا، پھر فقیر نے کہا کہ بادشاہ سلامت اگر پانی پیٹ بھر کے پی لیا جائے اور پیشاب بند ہو جائے اور اس جان لیوا بیماری سے نجات دلانے والے کو کیا دیں گے، بادشاہ کہنے لگا کہ آدھی سلطنت، فقیر نے مجذوبانہ انداز میں کہا کہ بس! پانی کے ان چند گھونٹوں کے عوض ساری سلطنت......

تو اس طرح اس نیک دل صاحب عرفان درویش نے اس دنیا کے مال و دولت کی اہمیت بتلا دی کہ ان اموال کی حیثیت ہی کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی سبق دے دیا کہ ایک فانی جسم کی بقا کے لئے جو کہ ایک ایسی عارضی بقا ہوگی کہ نہ جانے صحت یاب ہونے کے بعد اگلے ہی سانس میں زندگی کا پیمانہ چھلک جائے، تو ایسے فانی جسم کی بقا کے لئے انسان اتنی تگ و دو کرتا ہے کہ ساری بادشاہی قربان کر دی جاتی ہے تو وہ جسم جو اس فانی زندگی کے بعد ملنے والا ہے اس کی بقا کے لئے انسان کو کیا کیا کچھ نہیں کرنا چاہیے، یہ زندگی بہت ہی عارضی ہے، بڑی ناپائیدار ہے اور پھر بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے جب کہ وہ سامنے آجائے گا جو یہاں رہتے ہوئے آگے بھیجا تھا، اس کا ساتھ پھر ہوگا، وہی ہم سفر ہوگا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا کہ:

"مرنے والے کے ساتھ تین چیزیں اس کی قبر تک جاتی ہیں، اس کے رشتہ دار، اس کا مال اور اس کا عمل، اور اس کو دفن کرنے کے بعد دو چیزیں تو واپس آ جاتی ہیں، رشتہ دار اور مال، اور پھر عمل ہیں جو اس کے ساتھ رہتے ہیں"۔ (بخاری)

اب ایسے سفر کے لئے جو ایک نہ ختم ہونے والا سفر ہے اور یہ بھی طے ہے کہ کوئی مال و دولت اور عزیز رشتہ دار ساتھ نہ دے گا، صرف عمل ہے جو کام آئے گا۔ تو پھر کون ہے جو نہیں چاہے گا کہ زیادہ سے زیادہ اور اچھے سے اچھا زادِ راہ اکٹھا نہ کر لے۔

قرآن کریم کے آغاز میں ہی ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو کہ اس دنیا میں ایک کامیاب زندگی گزار کر آخرت کے سفر میں بھی کامیاب ہونے والے ہیں، ان کی صفات اور علامات بیان کرتے ہوئے، یا یوں کہہ لیجئے کہ اس کامیابی کو حاصل کرنے کے لئے جن اعمال کی ضرورت ہے ان میں ایک چیز، انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ یعنی خدا کی راہ میں اپنے اموال کو، خصوصاً خرچ کرنا۔

قرآن کریم میں ایک دوسری جگہ خدا کی راہ میں خرچ

کرنے کی اہمیت اور ضرورت کو ایک انتہائی فکر انگیز اعلان اور اٹل حقیقت کے طور پر یوں بیان کیا گیا ہے کہ:

"اے لوگو خدا کی راہ میں خرچ کر لو قبل اس کے کہ وہ وقت آجائے کہ جس میں نہ کسی قسم کی خرید و فروخت ہوگی نہ دوستی اور نہ شفاعت......" (البقرۃ ۲۵۵)

اور پھر ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ قیامت والے دن ایسے لوگ جن کو خدا تعالیٰ نے مال و دولت دیا تھا لیکن انہوں نے خدا کی راہ میں خرچ نہ کیا تو اس روز جب ان کو عذاب دیا جائے گا تو وہ تمنا کریں گے کہ کاش جو کچھ زمین و آسمان میں ہے وہ سارے کا سارا خرچ کر دیں اور آج اس عذاب سے چھٹکارا حاصل کر لیں، لیکن یہ خواہش پوری نہ ہوگی۔

کیونکہ جب ان کے پاس اموال تھے اور یہ فانی زندگی تھی تو اس وقت انہوں نے اپنے مال و دولت کو چاہا، اس سے پیار کیا۔ اتنا پیار کہ دین کی راہ میں، خدا کی راہ میں چندے دینے سے اور مالی تحریکات میں مقدور بھر حصہ لینے سے انکار کر دیا اور آج اس کی سزا بھگت رہے ہیں۔

خدا کی راہ میں مال کو خرچ کرنا اپنے اموال کا سب سے اہم مصرف ہے اور خاص طور پر جب خدا کا کوئی مامور کہے کہ فلاں جگہ خرچ کیا جائے تو یہ دوہری نیکی کرنے کے مترادف ہوگا اور ابدی حیات کا باعث بھی۔ کیونکہ نبی کے بارہ میں قرآن کریم میں فرمایا کہ "اے لوگو! خدا کے رسول کی آواز کو سنو کہ وہ تمہیں زندہ کرنے کے لئے پکارتا ہے"۔

اس زمانے کے مامور اور مرسل نے اپنے اموال کو دین کی خدمت میں خرچ کرنے کی تحریک کی اور ساتھ ہی انہیں اس کی طرف توجہ دلائی کہ یاد رکھو یہ ایک مبارک اور بہت مبارک زمانہ ہے کہ جس کی راہ تکتے تکتے کروڑوں گزر گئے پر یہ زمانہ نہ پا سکے، کہ خدا کا ایک رسول ایک تحریک کی طرف بلائے اور وہ اپنے اموال اس کی راہ میں پیش کر سکیں۔ آپ نے اپنی تصنیف فتح اسلام میں تفصیل سے خدا کی راہ میں اس کے دین کی خدمت کے لئے اموال پیش کرنے کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا:-

"......اگر تم ایمان دار ہو تو شکر کرو اور شکر کے سجدات بجا لاؤ کہ وہ زمانہ جس کا انتظار کرتے کرتے تمہارے بزرگ آباء گزر گئے اور بے شمار روحیں اس کے شوق میں ہی سفر کر گئیں وہ وقت تم نے پا لیا۔ اب اس کی قدر کرنا یا نہ کرنا اور اس سے فائدہ اٹھانا یا نہ اٹھانا تمہارے ہاتھ میں ہے"۔

(فتح اسلام۔ روحانی خزائن جلد سوم صفحہ ۷)

اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام اشاعت (دین حق) کے لئے پانچ امور کا پانچ کارخانوں کے نام سے تفصیل سے ذکر کرنے کے بعد لوگوں کو مالی قربانی کی طرف دعوت دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

اور ان سب کاموں کے مسلسل اجراء کے لئے بجز انتظام سرمایہ اور مالی امداد کے اور کوئی روک درمیان نہیں......

پھر آپ نے کتب کی اشاعت اور مطبع لگانے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:-

اے ملک ہند کیا تجھ میں کوئی ایسا باہمت امیر نہیں کہ اگر اور نہیں تو فقط اسی شاخ کے اخراجات کا متحمل ہو سکے...... اور وہ لوگ جو کامل استطاعت نہیں رکھتے وہ بھی اس طور پر اس کارخانہ کی مدد کر سکتے ہیں جو اپنی اپنی

طاقت مالی کے موافق ماہواری امداد کے طور پر عہد پختہ کے ساتھ کچھ کچھ رقوم نذر اس کارخانہ کی کیا کریں۔ کسل اور سردمہری اور بدظنی سے کبھی دین کو فائدہ نہیں پہنچتا۔ بدظنی ویران کرنے والی گھروں کی اور تفرقہ میں ڈالنے والی دلوں کی ہے دیکھو جنہوں نے انبیاء کا وقت پایا انہوں نے دین کی اشاعت کے لئے کیسی کیسی جانفشانیاں کیں...... مومن کا لقب پانا سہل نہیں سواے لوگو اگر تم میں وہ راستی کی روح ہے جو مومنوں کو دی جاتی ہے تو اس میری دعوت کو سرسری نگاہ سے مت دیکھو۔ نیکی حاصل کرنے کی فکر کرو کہ خدا تعالیٰ تمہیں آسمان پر دیکھ رہا ہے کہ تم اس پیغام کو سن کر کیا جواب دیتے ہو۔

(فتح اسلام۔ روحانی خزائن جلد سوم صفحہ ۳۰،۳۱)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی زندگی کے آخری سالوں میں ایک اور تحریک احباب جماعت کو کی، وہ تقویٰ کے معیار کو بلند کرنے اور مالی قربانی میں ایک قدم اور بڑھانے کی تحریک تھی جسے ''نظام وصیت'' کا نام دیا گیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جب مسلسل وفات کی وحی ہوئی تو آپ نے اپنی جماعت کو خصوصی نصائح فرمانے کے لئے ایک رسالہ لکھا جس میں آپ نے اپنی جماعت کو اپنے بعد قدرتِ ثانیہ کے ظہور یعنی خلافت کے قیام کی نوید سنائی اور اس کے ساتھ ساتھ ایک مالی قربانی اور اعلیٰ تقویٰ کے معیار پر فائز ہونے کی تحریک بھی فرمائی۔

آپ کو کشفاً ایک قبرستان دکھایا گیا اور اس کا نام ''بہشتی مقبرہ'' رکھا ہوا بتایا گیا جس میں آپ کی قبر بھی دکھائی گئی۔ اس مبارک کشف کو ظاہری رنگ میں پورا کرنے کے لئے آپ نے جماعت کو تقویٰ اور طہارت میں اعلیٰ معیار پر قائم ہونے والوں اور عام مالی قربانی سے بڑھ کر مالی قربانی پیش کرنے والے مخلصین کے بارے میں فرمایا کہ وہ لوگ اس مقبرہ میں دفن ہوں گے۔

یعنی وہ لوگ جو کم از کم 1/10 حصہ اپنے اموال اور جائیداد کا دین کی راہ میں دیئے جانے کی وصیت کریں۔

اور ایسے موصی احباب کے لئے ایک طرف تو خدا نے خوشخبری دی کہ بہشتی لوگ اس میں دفن ہوں گے اور دوسری طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان لوگوں کے لئے اتنی دعائیں کیں کہ ان دعاؤں کا مورد بننے کے لئے ہی اس نظام میں شامل ہو جانا ضروری ٹھہرتا ہے کہ کاش ہم خدا کے مامور کی دعاؤں کو حاصل کرنے کے مستحق ہو جائیں۔

نظام وصیت کی شرائط

چونکہ اس قبرستان کے لئے بڑی بھاری بشارتیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ملیں اور خدا نے وحی خفی سے آپ کو اس طرف مائل کیا کہ اس میں شامل ہونے کے لئے بعض شرائط لگا دی جائیں جو کہ درج ذیل ہیں:-

خدا نے میرا دل اپنی وحی خفی سے اس طرف مائل کیا کہ ایسے قبرستان کے لئے ایسے شرائط لگا دیئے جائیں کہ وہی لوگ اس میں داخل ہو سکیں جو اپنے صدق اور کامل راستبازی کی وجہ سے اُن شرائط کے پابند ہوں سو وہ تین شرطیں ہیں اور سب کو بجا لانا ہوگا۔

(۱) سو پہلی شرط یہ ہے کہ ہر ایک شخص جو اس قبرستان میں مدفون ہونا چاہتا ہے وہ اپنی حیثیت کے لحاظ سے ان مصارف کے لئے چندہ داخل کرے اور یہ چندہ

محض انہیں لوگوں سے طلب کیا گیا ہے نہ دوسروں سے۔

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ تمام جماعت میں سے اس قبرستان میں وہی مدفون ہوگا۔ جو یہ وصیت کرے جو اس کی موت کے بعد دسواں حصہ اس کے تمام ترکہ کا حسب ہدایت اس سلسلہ کے اشاعت (دین حق) اور (اشاعتِ) احکام قرآن میں خرچ ہوگا اور ہر ایک صادق کامل الایمان کو اختیار ہوگا کہ اپنی وصیت میں اس سے بھی زیادہ لکھ دے لیکن اس سے کم نہیں ہوگا۔

(۳) تیسری شرط یہ ہے کہ اس قبرستان میں دفن ہونے والا متقی ہو اور محرمات سے پرہیز کرتا اور کوئی شرک اور بدعت کا کام نہ کرتا ہو۔ سچا اور صاف (مومن) ہو۔

(۴) ہر ایک صالح جو اس کی کوئی بھی جائیداد نہیں اور کوئی مالی خدمت نہیں کر سکتا اگر یہ ثابت ہو کہ وہ دین کے لئے اپنی زندگی وقف رکھتا تھا اور صالح تھا تو وہ اس قبرستان میں دفن ہوسکتا ہے۔

(رسالہ الوصیت۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۱۸ تا ۳۲۰)

نظام وصیت کی عالمگیریت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آواز اپنے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متبع ہونے کی وجہ سے ساری دنیا کے لئے ہے۔ اس لئے نظام وصیت بھی عالمگیر ہے۔ چنانچہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعود فرماتے ہیں:-

''یہ نظام ملکی نہ ہوگا بلکہ بوجہ مذہبی ہونے کے بین الاقوامی ہوگا۔ انگلستان کے سوشلسٹ وہی نظام پسند کرتے ہیں جس کا اثر انگلستان تک محدود ہو۔ روس کے بالشویک وہی نظام پسند کرتے ہیں جس کا اثر روس تک محدود ہو مگر احمدیت ایک مذہب ہے وہ اس نئے نظام کی طرف روس کو بھی بلاتی ہے، وہ جرمنی کو بھی بلاتی ہے، وہ انگلستان کو بھی بلاتی ہے، وہ امریکہ کو بھی بلاتی ہے، وہ ہالینڈ کو بھی بلاتی ہے، وہ چین اور جاپان کو بھی بلاتی ہے پس جو روپیہ احمدیت کے ذریعہ اکٹھا ہوگا وہ کسی ایک ملک پر خرچ نہیں کیا جائے گا بلکہ ساری دنیا کے غریبوں کے لئے خرچ کیا جائے گا، وہ ہندوستان کے غرباء کے بھی کام آئے گا، وہ چین کے غرباء کے لئے بھی کام آئے گا، وہ جاپان کے غرباء کے لئے بھی کام آئے گا، وہ افریقہ کے غرباء کے لئے بھی کام آئے، وہ عرب کے غرباء کے لئے بھی کام آئے گا، وہ انگلستان، امریکہ، اٹلی، جرمنی اور روس کے غرباء کے لئے بھی کام آئے گا''۔

''غرض وہ نظام جو دنیوی ہیں وہ قومیت کے جذبہ کو بڑھاتے ہیں مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہ نظام پیش کیا ہے جو عالمگیر اخوت کو بڑھانے والا ہے۔ پھر روس میں تو روس کا باشندہ روس کے لئے جبراً اپنی جائیداد دیتا ہے لیکن وصیت کے نظام کے ماتحت ہندوستان کا باشندہ اپنی مرضی سے سب دنیا کے لئے دیتا ہے، مصر کا باشندہ اپنی مرضی سے اپنی جائیداد ساری دنیا کے لئے دیتا ہے، شام کا باشندہ اپنی مرضی سے اپنی جائیداد ساری دنیا کے لئے دیتا ہے یہ کتنا نمایاں فرق ہے (دینی) نظام نو اور دنیوی نظام نو میں؟''۔ (نظام نو صفحہ ۱۲۱ تا ۱۲۲)

نظام وصیت اور احباب جماعت کو ہدایت

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:-

''پس اے دوستو! جنہوں نے وصیت کی ہوئی ہے سمجھ

لو کہ آپ لوگوں میں سے جس جس نے اپنی اپنی جگہ وصیت کی ہے اس نے نظام نو کی بنیاد رکھ دی ہے اس نظام نو کی جو اس کی اور اس کے خاندان کی حفاظت کا بنیادی پتھر ہے اور جس جس نے تحریک جدید میں حصہ لیا ہے اور اگر وہ اپنی ناداری کی وجہ سے اس میں حصہ نہیں لے سکا تو وہ اس تحریک کی کامیابی کے لئے مسلسل دعائیں کرتا ہے اس نے وصیت کے نظام کو وسیع کرنے کی بنیاد رکھ دی ہے۔ پس اے دوستو! دنیا کا نیا نظام دین کو مٹا کر بنایا جارہا ہے تم تحریک جدید اور وصیت کے ذریعہ سے اس سے بہتر نظام دین کو قائم رکھتے ہوئے تیاری کرو مگر جلدی کرو کہ دوڑ میں جو آگے نکل جائے وہی جیتتا ہے''۔ (نظام نو صفحہ ۱۳۳)

جلد وصیتیں کرو

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:۔

''پس تم جلد سے جلد وصیتیں کرو تا کہ جلد سے جلد نظام نو کی تعمیر ہو اور وہ مبارک دن آجائے جب کہ چاروں طرف (دین حق) اور احمدیت کا جھنڈا لہرانے لگے اس کے ساتھ ہی میں اُن سب دوستوں کو مبارکباد دیتا ہوں جنہیں وصیت کرنے کی توفیق حاصل ہوئی......

...... قادیان کی وہ بستی جسے کور دِہ کہا جاتا تھا، جسے جہالت کی بستی کہا جاتا تھا۔ اس میں سے وہ نور نکلا جس نے ساری دنیا کی تاریکیوں کو دور کر دیا جس نے ساری دنیا کی جہالت کو دور کر دیا۔ جس نے ساری دنیا کے دکھوں اور دردوں کو دور کر دیا اور جس نے ہر امیر اور غریب کو، ہر چھوٹے اور بڑے کو محبت اور پیار اور الفت باہمی سے رہنے کی توفیق عطا فرما دی''۔ (نظام نو صفحہ ۱۳۴۔۱۳۳)

پس یہ ایک مبارک تحریک ہے۔ جو ایک مبارک زمانے میں کی گئی، ایک نبی کے ہاتھ سے اس کی بنیاد رکھی گئی۔ کیا ہی مبارک وہ لوگ ہیں جو خدا کے مامور کی آواز کو سنتے ہیں تا وہ ابدی حیات پائیں، تا وہ دین اور دنیا میں کامیابی حاصل کریں۔ خدا کے کام۔ اس کے سلسلہ کا نظام تو جاری ہے اور جاری رہے گا۔ ہم اس کی آواز پر کان نہیں دھریں گے تو وہ کوئی اور قوم اس کام کے لئے کھڑی کر دے گا۔

کل جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مالی قربانی کے لئے لوگوں کو دعوت دی، تو اس وقت برصغیر میں بڑے بڑے نواب اور رئیس اور جاگیردار بھی تھے۔ ان کی ریاستیں تھیں لیکن آج ان کے نام صرف تاریخ کی کتابوں میں ملتے ہیں لیکن وہ غریب اور فاقہ کش مزدور جنہوں نے ایک آنہ، دو آنہ، ایک روپیہ دو روپیہ مسیح پاک کی خدمت میں پیش کئے آج وہ آنے اور دو آنے آسمان کے ستاروں کی طرح چمک رہے ہیں۔ سلسلہ کی کتب میں ان کا نام عزت واحترام اور رشک کے ساتھ لیا جاتا ہے اور ان کی اولادیں خدا کے اس وعدہ کے موافق رزق کی فراوانی کی گواہ ہیں کہ خدا کی راہ میں دیا گیا کبھی ضائع نہیں جاتا اور وہ بڑھا کر دیتا ہے۔

آج نظام سلسلہ اُسی تحریک کو بار بار احباب جماعت کی خدمت میں پیش کرتا ہے کہ اس مبارک تحریک میں شامل ہوں، تا آپ کی دنیا بھی سنور جائے اور آخرت بھی۔

خدا کرے کہ ہم سب کو اس مبارک تحریک میں شامل ہونے کی توفیق ملے اور ان شرائط پر عمل کرنے کی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے موصیان کیلئے قائم فرمائی ہیں۔ آمین

❋❋❋

ماہنامہ
خالد

قسط نہم

''شیخ عجم'' حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف صاحب

(محترم سید میر مسعود احمد صاحب مرحوم)

حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف صاحب کا

افغانستان کے علماء سے مباحثہ اور علماء کی ناکامی

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''جب چار مہینے قید کے گزر گئے تب امیر نے اپنے روبرو شہید مرحوم کو بلا کر پھر اپنی عام کچہری میں توبہ کے لئے فہمائش کی اور بڑے زور سے رغبت دی کہ اگر تم اب بھی قادیانی کی تصدیق اور اس کے اصولوں کی تصدیق سے میرے روبرو انکار کرو تو تمہاری جان بخشی جائے گی اور تم عزت کے ساتھ چھوڑے جاؤ گے۔ شہید مرحوم نے جواب دیا کہ یہ تو غیر ممکن ہے کہ میں سچائی سے توبہ کروں۔ اس دنیا کے حکام کا عذاب تو موت تک ختم ہو جاتا ہے لیکن میں اس سے ڈرتا ہوں جس کا عذاب کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ ہاں چونکہ میں سچ پر ہوں اس لئے چاہتا ہوں کہ ان مولویوں سے جو میرے عقیدے کے مخالف ہیں میری بحث کرائی جائے۔ اگر میں دلائل کے رو سے جھوٹا نکلا تو مجھے سزا دی جائے۔

راوی اس قصہ کے کہتے ہیں کہ ہم اس گفتگو کے وقت موجود تھے۔ امیر نے اس بات کو پسند کیا اور مسجد شاہی میں خان ملا خان اور آٹھ مفتی بحث کے لئے منتخب کئے گئے اور ایک لاہوری ڈاکٹر جو خود پنجابی ہونے کی وجہ سے سخت مخالف تھا بطور ثالث کے مقرر کر کے بھیجا گیا۔ بحث کے وقت مجمع کثیر تھا اور دیکھنے والے کہتے ہیں کہ ہم اس بحث کے وقت موجود تھے۔ مباحثہ تحریری تھا۔ صرف تحریر ہوتی تھی اور کوئی بات حاضرین کو سنائی نہیں جاتی تھی .... جب شاہزادہ مرحوم کی ان بدقسمت مولویوں سے بحث ہو رہی تھی تب آٹھ آدمی برہنہ تلواریں لے کر شہید مرحوم کے سر پر کھڑے تھے''۔

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۵۴، ۵۵۔ مطبوعہ لندن)

''میاں احمد نور کہتے ہیں کہ مولوی صاحب موصوف ڈیڑھ ماہ تک قید میں رہے اور پہلے ہم لکھ چکے ہیں کہ چار ماہ تک قید میں رہے یہ اختلاف روایت ہے۔ اصل واقعہ میں سب متفق ہیں''۔

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۱۲۸۔ مطبوعہ لندن)

جناب قاضی محمد یوسف صاحب کا بیان ہے کہ یہ مباحثہ جامع مسجد واقعہ بازار کتب فروشی کے مدرسہ سلطانیہ کے احاطے میں طے پایا تھا۔ آپ کے مقابل پر جو علماء تھے ان کے سرکردہ قاضی عبدالرزاق خان رئیس مدارس و ملائے حضور امیر اور قاضی عبدالرؤوف قندھاری تھے۔ مباحثہ کا سرپنچ اور منصف ایک شخص ڈاکٹر عبدالغنی اہل حدیث باشندہ جلال پور جٹاں ضلع گجرات مقرر ہوا تھا۔

ان دنوں میں کابل میں تین بھائی ڈاکٹر عبدالغنی، مولوی نجف علی اور مولوی محمد چراغ موجود تھے۔ یہ تینوں مقربان امیر تھے اور مختلف عہدوں پر مقرر تھے ان کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بوجہ اہل حدیث سے تعلق رکھنے کے خاص بغض تھا کیونکہ حضور کے اول المکفرین اہل حدیث فرقہ کے لیڈر ہی تھے۔ انہوں نے اس موقعہ پر بہت سی غلط

بیانیاں کر کے امیر کے کان بھرے۔

چند سال پہلے جلال آباد کے علاقے کا ایک مولوی پشاور آیا تھا۔ دوران گفتگو اس نے بتایا کہ وہ اس مباحثہ میں موجود تھا۔ وہ بتاتا ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کے دلائل زیادہ تر قرآن مجید اور سنت اللہ پر مبنی تھے اور مخالف علماء تفسیریں اور اقوال سلف پیش کر سکتے تھے۔ اس وجہ سے وہ حضرت صاحبزادہ صاحب پر غالب نہ آ سکے۔ علماء کا علم بھی اتنا زیادہ نہ تھا جتنا حضرت صاحبزادہ محمد عبداللطیف صاحب کا تھا۔

اس بات کی تصدیق جناب مغل باز خان رئیس بغدارہ نے بھی کی جو اس وقت مدرسہ سلطانیہ میں بطور طالبعلم موجود تھے۔ وہ بھی حضرت صاحبزادہ صاحب کے تبحر علمی کے قائل تھے اور بتاتے تھے کہ قاضی عبدالرزاق ملا حضور امیر بھی اقرار کرتا تھا کہ ہمیں حضرت صاحبزادہ صاحب کی طرح نہ تو قرآن مجید پر عبور ہے اور نہ مباحثات کا تجربہ ہے۔

(عاقبۃ المکذبین حصہ اول صفحہ ۴۴ تا ۴۶)

صاحبزادہ سید ابوالحسن قدسی صاحب بیان کرتے ہیں کہ مباحثہ کے دوران ایک عالم جن کا نام غالباً مولوی احمد جان قندھاری تھا جب انہوں نے حضرت صاحبزادہ صاحب کے دلائل پر غور کیا تو وہ ان کی قوت اور برتری کے قائل ہو گئے اور احمدیت کی صداقت ان پر ظاہر ہو گئی اور انہوں نے فتنہ کے خوف سے کچھ عذرات پیش کر کے اپنے آپ کو مباحثہ سے الگ کر لیا۔ (قلمی مسودہ صفحہ ۴۳)

جب بحث کرنے والے علماء پر اپنی کمزوری واضح ہو گئی اور وہ حضرت صاحبزادہ صاحب کے سوالات کے جواب دینے سے عاجز آ گئے اور ان کے دلائل کا ردّ نہ کر سکے تو انہوں نے سردار نصراللہ خان کو اطلاع دی کہ صاحبزادہ صاحب پر پورے طور پر کوئی الزام لگانا مشکل ہے۔ اس ناکامی کو معلوم کر کے سردار نصراللہ خان نے حضرت صاحبزادہ صاحب کو اپنے پاس بلوایا۔ جب آپ وہاں تشریف لے گئے تو سردار نصراللہ خان نے کہا کہ یہ شخص میرے دربار کو پلید کر رہا ہے اسے دور کھڑا کرو۔ اس پر سپاہیوں نے آپ کو زنجیروں سے پکڑ کر پیچھے کھینچ لیا۔

سردار نصراللہ خان اٹھا اور دربار میں ادھر ادھر ٹہلنے لگا پھر حاضرین سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ یہ شخص کہتا ہے کہ میں اگلے جہان سے آیا ہوں اور بتاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر نہیں ہیں وہ فوت ہو چکے ہیں۔ اس پر حضرت صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ میں تو آسمان سے نہیں آیا اگر میں وہاں سے آیا ہوتا تو تمہارے باپ کے بارہ میں خبر دیتا کہ وہ کس ہاویہ میں پڑا ہے۔ اس پر سردار نصراللہ خان حضرت صاحبزادہ صاحب سے مخاطب ہوا کہ تم اس طرح مت کہو اور میرزا کی بات چھوڑ دو ورنہ میں تمہیں مار دوں گا۔ اس پر حضرت صاحبزادہ صاحب نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی: فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ ۔ اس پر سردار نصراللہ خان بولا کہ یہ شخص تو ابھی تک قرآن پڑھتا ہے اسے میرے دربار سے دور کرو۔

سردار نصراللہ خان نے حضرت صاحبزادہ صاحب پر کفر کا فتویٰ لگوانے کی بہت کوشش کی اور پراپیگنڈا کیا اور مختلف طریقوں سے امیر حبیب اللہ خان پر دباؤ ڈالتا اور اس کو ڈراتا رہا۔

سردار نے امیر سے کہا کہ یہ شخص جنوبی علاقوں میں بڑا اثر و رسوخ رکھتا ہے اگر اسے جلد قتل نہ کیا گیا تو افغانستان میں احمدیت پھیل جائے گی اور بالآخر آپ کو افسوس ہو گا۔ امیر نے کہا کہ میں نے یہ معاملہ میزان التحقیقات میں بھجوا دیا ہے وہاں سے کاغذات آ جائیں تو پھر فیصلہ کروں گا۔ اس پر سردار نصراللہ خان نے کہا کہ اگر آپ اس کو ملزم قرار دینے کے لئے

کاغذات کا انتظار کرتے رہے تو یہ سن لیں کہ جو حالات مجھے بتائے گئے ہیں ان کے مطابق نہ اس شخص پر کوئی الزام لگتا ہے اور نہ ہی اس پر کفر کا فتویٰ لگایا جاسکتا ہے۔

اس پر امیر حبیب اللہ خان نے کہا کہ پھر اب کیا ہوگا۔ اس پر سردار نصر اللہ خان نے کہا کہ اگر سیاسی پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کا اب بندوبست نہ کیا گیا تو بڑا نقصان ہوگا۔

(قلمی مسودہ صفحہ ۴۴ تا ۴۷)

سردار نصر اللہ خان کی مخالفت کی وجہ

جناب قاضی محمد یوسف صاحب بیان کرتے ہیں کہ صوبہ سرحد میں اخوند صاحب سوات مُلاّ عبدالغفور کے دو مشہور مرید تھے۔ایک کا نام ملا نجم الدین ہڈّہ تھا جو مہمند علاقے میں رہتے تھے اور دوسرے پیر مانڑکی شریف سجادہ نشین علاقہ خٹک تھے جن کا نام ملا عبدالوہاب تھا۔ اگرچہ یہ دونوں اخوند صاحب سوات کے مرید تھے لیکن باہم اختلاف اور عداوت پیدا ہوگئی تھی۔ پیر صاحب مانڑکی شریف کی یہ تعلیم تھی کہ چلم اور نسوار کا استعمال حرام ہے اور نماز میں تشہد میں رفع سبابہ درست نہیں۔ سرحد کے قبائلی جو اپنے زعم میں بے قصور انگریزوں کو قتل کرتے ہیں اور اسے جہاد قرار دیتے ہیں ان کا یہ فعل حرام ہے کیونکہ جہاد بالسیف مسلمان بادشاہ کے بغیر درست نہیں۔

اس کے بالمقابل ملا صاحب ہڈہ قبائلی قتل و غارت کو جو وہ انگریزوں کے خلاف کرتے تھے جہاد کے نام سے موسوم کرتے تھے اور لڑنے والوں کو غازی قرار دیتے تھے۔انہوں نے رفع سبابہ کو اپنے مریدوں پر لازمی قرار دے دیا تھا اور چلم اور نسوار کے استعمال کو حرام نہیں قرار دیتے تھے۔

ان دونوں پیروں کے اختلافات باہمی عداوت اور قتل و غارت تک پہنچ گئے اور اس کا اثر سوات، بنیر، باجوڑ، علاقہ مہمند، آفریدی و خٹک تک پہنچ گیا اور افغانستان میں بھی ان اختلافات نے خصومت کی شکل اختیار کر لی۔ سردار نصر اللہ خان کا تعلق ملا صاحب ہڈہ سے تھا کیونکہ وہ بھی انگریزوں سے جنگ و جہاد کا شائق تھا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب چونکہ احمدی تھے اور اس بناء پر ظالمانہ قتل و غارت کے مخالف تھے اس لئے سردار نصر اللہ خان حضرت صاحبزادہ صاحب کا مخالف ہوگیا اور ان کو نقصان پہنچانے کے لئے تاک میں رہتا تھا۔(عاقبۃ المکذبین حصہ اول صفحہ ۳۷، ۳۸)

سردار نصر اللہ خان کے اصرار اور دباؤ میں آ کر دو ملاّ حضرت صاحبزادہ صاحب کے خلاف فتویٰ دینے پر آمادہ ہو گئے۔ان کے نام قاضی عبدالرزاق ملائے حضور امیر اور قاضی عبدالرؤف قندھاری تھے۔ان ملانوں نے اپنے فتویٰ میں یہ لکھا کہ اس سے قبل عبدالرحمٰن نام ایک شخص کو امیر عبدالرحمٰن خان نے قتل کروایا تھا اس پر بھی یہی الزام تھا کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کا مرید ہے جن پر ہندوستان کے علماء نے کفر کا فتویٰ لگایا ہے اس لئے اس کے ماننے والے بھی کافر ہیں لہذا ہم بھی یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ مولوی عبداللطیف کو بھی کافر سمجھا جائے اور اس جرم میں سنگسار کیا جائے۔(قلمی مسودہ صفحہ ۴۴ تا ۴۷)

انگریز انجینئر Mr.Frank A Martin جس کا پہلے ذکر آچکا ہے بیان کرتا ہے کہ:

جب امیر حبیب اللہ خان کو ملاّ (صاحب) کے قادیان جانے اور ایک نئے عقیدہ کے قبول کرنے اور اس کی (دعوت الی اللہ) کرنے کا علم ہوا تو اس کے حکم کے مطابق ان کو قید کر کے کابل لایا گیا جہاں امیر نے اس کے بیان لئے لیکن انہوں نے ایسے معقول جوابات دئے کہ وہ ان میں کوئی ایسا امر نہ پاسکا جو انہیں کافر اور واجب القتل ٹھہراتا ہو۔اس کے بعد ملاّ (صاحب) کو سردار نصر اللہ خان کے پاس بھجوایا گیا جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کا مذہبی علم ایک ملاّ سے بھی زیادہ ہے لیکن سردار نصر اللہ خان بھی ان پر کوئی الزام نہ قائم کر

سکا۔ اس پر بارہ ملاؤں کی ایک جیوری قائم کی گئی جس نے آپ سے سوالات کئے لیکن یہ لوگ بھی کوئی ایسی بات معلوم نہ کر سکے جس کی بنا پر ان کو سزائے موت دی جاسکتی۔ اس کی رپورٹ امیر کو کی گئی لیکن اس نے کہا کہ اس شخص کو سزا دی جانی ضروری ہے۔ چنانچہ ان کو بعض ملاؤں کے پاس بھجوایا گیا جنہیں یہ ہدایت کی گئی کہ انہیں ایک کاغذ پر دستخط کرنے ہونگے جس میں یہ لکھا گیا تھا کہ یہ شخص مرتد اور سزائے موت کا مستحق ہے لیکن ملاؤں کی اکثریت اس رائے پر قائم رہی کہ اس کا قصور ثابت نہیں ہوتا۔ اس پر ان ملاؤں میں سے دو کو سردار نصر اللہ خان نے سمجھا بجھا کر آمادہ کر لیا اور انہوں نے سزائے موت کا فتویٰ دے دیا۔

(ملخص از کتاب "Under the Absolute Amir" by Frank A Martin صفحہ ۲۰۲،۲۰۱)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''جب عصر کا آخری وقت ہوا تو کفر کا فتویٰ لگایا گیا اور آخر بحث میں شہید مرحوم سے یہ بھی پوچھا گیا کہ اگر مسیح موعود یہی قادیانی شخص ہے تو پھر تم عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کیا کہتے ہو۔ کیا وہ واپس دنیا میں آئیں گے یا نہیں۔ تو انہوں نے بڑی استقامت سے جواب دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور اب وہ ہرگز واپس نہیں آئیں گے۔ قرآن کریم ان کے مرنے اور واپس نہ آنے کا گواہ ہے۔ تب وہ لوگ ان مولویوں کی طرح جنہوں نے حضرت عیسیٰؑ کی بات کو سن کر اپنے کپڑے پھاڑ دئے تھے گالیاں دینے لگے اور کہا اب اس شخص کے کفر میں کیا شک رہا اور بڑی غضبناک حالت میں یہ کفر کا فتویٰ لکھا گیا۔''

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۵۴، ۵۵)

حضرت صاحبزادہ صاحب کو سنگسار کئے جانے کا فیصلہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''بعد اس کے کہ فتویٰ کفر لگا کر شہید مرحوم قید خانہ میں بھیجا گیا۔ صبح روز دوشنبہ کو شہید موصوف کو سلام خانہ یعنی خاص مکان دربار امیر صاحب میں بلایا گیا۔ اس وقت بھی بڑا مجمع تھا۔ امیر صاحب جب ارک یعنی قلعہ سے نکلے تو راستہ میں شہید مرحوم ایک جگہ بیٹھے تھے۔ ان کے پاس سے ہو کر گزرے اور پوچھا کہ اخوندزادہ صاحب کیا فیصلہ ہوا۔ شہید مرحوم کچھ نہ بولے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان لوگوں نے ظلم پر کمر باندھی ہے مگر سپاہیوں میں سے کسی نے کہا کہ ملامت ہو گیا یعنی کفر کا فتویٰ لگ گیا''۔

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۵۶۔ مطبوعہ لندن)

اسی طرح آپ فرماتے ہیں:

''وہ فتویٰ کفر رات کے وقت امیر صاحب کی خدمت میں بھیجا گیا اور یہ چالاکی کی گئی کہ مباحثہ کے کاغذات ان کی خدمت میں عمداً نہ بھیجے گئے اور نہ عوام پر ان کا مضمون ظاہر کیا گیا۔ یہ صاف اس بات پر دلیل تھی کہ مخالف مولوی شہید مرحوم کے ثبوت پیش کردہ کا کوئی رد نہ کر سکے۔ مگر افسوس امیر پر کہ اس نے کفر کے فتویٰ پر ہی حکم لگا دیا اور مباحثہ کے کاغذات طلب نہ کئے۔ حالانکہ اس کو چاہئے تو یہ تھا کہ اس عادلِ حقیقی سے ڈر کر جس کی طرف عنقریب تمام دولت و حکومت کو چھوڑ کر واپس جائے گا خود مباحثہ کے وقت حاضر ہوتا۔ بالخصوص جبکہ وہ خوب جانتا تھا کہ اس مباحثہ کا نتیجہ ایک معصوم بے گناہ کی جان ضائع کرنا ہے۔ تو اس صورت میں مقتضیٰ خدا ترسی کا یہی تھا کہ افتاں و خیزاں اُس مجلس میں جاتا۔ نیز چاہئے تھا کہ قبل ثبوت کسی جرم کے اس شہید مظلوم پر یہ سختی روا نہ رکھتا کہ ناحق ایک مدت تک قید کے عذاب میں ان کو رکھتا اور زنجیروں اور ہتھکڑیوں کے اس شکنجہ میں ان کو دبا یا جاتا اور آٹھ سپاہی برہنہ شمشیروں کے ساتھ اس کے سر پر کھڑے کئے جاتے اور اس طرح ایک عذاب اور رعب میں ڈال کر اسکو ثبوت دینے سے روکا جاتا۔ پھر اگر اس نے ایسا نہ کیا تو عادلانہ حکم دینے کے لئے یہ تو اس کا فرض تھا کہ

کاغذات مباحثہ کے اپنے حضور میں طلب کرتا۔ بلکہ پہلے سے یہ تاکید کر دیتا کہ کاغذات مباحثہ کے میرے پاس بھیج دینے چاہئیں۔ اور نہ صرف اس بات پر کفایت کرتا کہ آپ ان کاغذات کو دیکھتا بلکہ چاہئے تھا کہ سرکاری طور پر ان کاغذات کو چھپوا دیتا کہ دیکھو کیسے یہ شخص ہمارے مولویوں کے مقابل پر مغلوب ہو گیا اور کچھ ثبوت قادیانی کے مسیح موعود ہونے کے بارہ میں اور نیز جہاد کی ممانعت میں اور حضرت مسیحؑ کے فوت ہونے کے بارہ میں نہ دے سکا۔

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۵۴، ۵۵۔ مطبوعہ لندن)

جناب قاضی محمد یوسف صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

"حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف صاحب کو مباحثہ کے اختتام کے بعد جامع مسجد بازار کتب فروشی سے ایک جلوس کی صورت میں روانہ کیا گیا۔ پاپیادہ چوک پل خشتی میں سے ہو کر بازار ارک شاہی میں سے گزر کر دروازہ نقار خانہ تک پہنچے اور شاہی قلعہ میں داخل ہوئے۔ جب انہیں امیر حبیب اللہ خان کے دربار میں لایا گیا تو مولویوں اور عوام کا جم غفیر موجود تھا۔ سردار نصر اللہ خان نے دریافت کیا کہ کیا فیصلہ ہوا۔ اس پر لوگوں نے شور مچایا کہ صاحبزادہ ملامت شد۔

امیر حبیب اللہ خان نے حضرت صاحبزادہ صاحب سے کہا کہ مولویوں کا فتویٰ تو کافر قرار دئے جانے کا ہے اور سنگسار کرنے کی سزا تجویز کی گئی ہے اگر آپ کوئی صورت توبہ کی پیدا کر لیں تو نجات مل سکتی ہے۔

اس موقعہ پر سردار نصر اللہ خان نے اپنے قلبی بغض و عناد کا مظاہرہ کیا اور خود علماء کا فتویٰ تکفیر ورجم پڑھ کر سنایا اور حاضرین سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ آپ اطمینان رکھیں امیر صاحب آپ کی مرضی اور علماء کے فتویٰ کی ہی تصدیق و تائید کریں گے مگر وہ چاہتے ہیں کہ بطور اتمام حجت صاحبزادہ عبداللطیف کو کسی قدر مہلت دے کر توبہ کا موقعہ دیں۔

اس وقت دربار میں ڈاکٹر عبدالغنی اور اس کے دو بھائی بھی موجود تھے۔ انہوں نے دل کھول کر احمدیت کی مخالفت کی اور جلتی پر تیل ڈالنے کا کام کیا۔

امیر حبیب اللہ خان نے اس وقت حضرت صاحبزادہ صاحب کو توقیف خانہ بھجوا دیا"۔ (عاقبۃ المکذبین حصہ اول صفحہ ۴۶ تا ۵۰)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"امیر صاحب جب اپنے اجلاس میں آئے تو اجلاس میں بیٹھتے ہی پہلے اخوندزادہ صاحب مرحوم کو بلایا اور کہا کہ آپ پر کفر کا فتویٰ لگ گیا ہے۔ اب کہو کہ کیا توبہ کرو گے یا سزا پاؤ گے تو انہوں نے صاف لفظوں میں انکار کیا اور کہا کہ میں حق سے توبہ نہیں کر سکتا۔ کیا میں جان کے خوف سے باطل کو مان لوں۔ یہ مجھ سے نہیں ہوگا۔ تب امیر نے دوبارہ توبہ کے لئے کہا اور توبہ کی حالت میں بہت امید دی اور وعدہ معافی دیا۔ مگر شہید موصوف نے بڑے زور سے انکار کیا اور کہا کہ مجھ سے یہ امید مت رکھو کہ میں سچائی سے توبہ کروں۔

ان باتوں کو بیان کرنے والے کہتے ہیں کہ یہ سنی سنائی باتیں نہیں بلکہ ہم خود اس مجمع میں موجود تھے اور مجمع کثیر تھا۔ شہید مرحوم ہر ایک فہمائش کا زور سے انکار کرتا تھا اور وہ اپنے لئے فیصلہ کر چکا تھا کہ ضرور ہے کہ میں اس راہ میں جان دوں۔ تب اس نے یہ بھی کہا کہ میں بعد قتل چھ روز تک پھر زندہ ہو جاؤں گا۔ یہ راقم کہتا ہے کہ یہ قول وحی کی بناء پر ہوگا جو اس وقت ہوئی ہوگی۔ کیونکہ اس وقت شہید مرحوم منقطعین میں داخل ہو چکا تھا اور فرشتے اس سے مصافحہ کرتے تھے۔ تب فرشتوں سے یہ خبر پا کر ایسا اس نے کہا اور اس قول کے یہ معنی تھے کہ وہ زندگی جو اولیاء اور ابدال کو دی جاتی ہے چھ روز تک مجھے مل جائے گی اور قبل اس کے جو خدا کا دن آوے یعنی ساتواں دن میں زندہ ہو جاؤں گا اور یاد رہے

کہ اولیاء اللہ اور وہ خاص لوگ جو خدا تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوتے ہیں وہ چند دنوں کے بعد پھر زندہ کئے جاتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: و لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء ۔ یعنی تم ان کو مردے مت خیال کرو جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں وہ تو زندے ہیں۔ پس شہید مرحوم کا اسی مقام کی طرف اشارہ تھا۔

.... جب شہید مرحوم نے ہر ایک توبہ کرنے کی فہمائش پر توبہ کرنے سے انکار کیا تو امیر نے ان سے مایوس ہو کر اپنے ہاتھ سے ایک لمبا چوڑا کاغذ لکھا اور اس میں مولویوں کا فتویٰ درج کیا اور اس میں یہ لکھا کہ ایسے کافر کی سنگسار کرنا سزا ہے تب وہ فتویٰ اخوند زادہ مرحوم کے گلے میں لٹکا دیا گیا"۔

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۵۶ تا ۵۸۔ مطبوعہ لندن)

بیان واقعہ ہائلہ شہادت مولوی صاحبزادہ عبداللطیف

رئیس اعظم خوست غفر اللہ لہ

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"امیر نے حکم دیا کہ شہید مرحوم کے ناک میں چھید کر کے اس میں رسی ڈال دی جائے اور اسی رسی سے شہید مرحوم کو کھینچ کر مقتل یعنی سنگسار کرنے کی جگہ تک پہنچایا جائے۔ چنانچہ اس ظالم امیر کے حکم سے ایسا ہی کیا گیا اور ناک کو چھید کر سخت عذاب کے ساتھ اس میں رسّی ڈالی گئی تب اس رسّی کے ذریعہ شہید مرحوم کو نہایت ٹھٹھے ہنسی اور گالیوں اور لعنت کے ساتھ مقتل تک لے گئے۔ اور امیر اپنے تمام مصاحبوں کے ساتھ اور مع قاضیوں، مفتیوں اور دیگر اہل کاروں کے یہ دردناک نظارہ دیکھتا ہوا مقتل تک پہنچا اور شہر کی ہزارہا مخلوق جن کا شمار کرنا مشکل ہے اس تماشا کے دیکھنے کے لئے گئی۔ جب مقتل پر پہنچے تو شاہزادہ مرحوم کو کمر تک زمین میں گاڑ دیا اور پھر اس حالت میں جبکہ وہ کمر تک زمین میں گاڑ دئے گئے تھے امیر اُن کے پاس گیا اور کہا کہ اگر تو قادیانی سے جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے انکار کرے تو اب بھی میں تجھے بچالیتا ہوں۔ اب تیرا آخری وقت ہے اور یہ آخری موقعہ ہے جو تجھے دیا جاتا ہے اور اپنی جان اور اپنے عیال پر رحم کر۔

تب شہید مرحوم نے جواب دیا کہ نعوذ باللہ سچائی سے کیونکر انکار ہو سکتا ہے اور جان کی کیا حقیقت ہے اور عیال و اطفال کیا چیز ہیں جن کے لئے میں ایمان کو چھوڑ دوں مجھ سے ایسا ہرگز نہیں ہوگا اور میں حق کے لئے مروں گا۔

تب قاضیوں اور فقیہوں نے شور مچایا کہ کافر ہے، کافر ہے، اس کو جلد سنگسار کرو۔ اس وقت امیر اور اس کا بھائی نصر اللہ خان اور قاضی اور عبدالاحد کمیدان یہ لوگ سوار تھے اور باقی تمام لوگ پیادہ تھے۔

جب ایسی نازک حالت میں شہید مرحوم نے بارہا کہہ دیا کہ میں ایمان کو جان پر مقدم رکھتا ہوں تب امیر نے اپنے قاضی کو حکم دیا کہ پہلا پتھر تم چلاؤ کہ تم نے کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ قاضی نے کہا کہ آپ بادشاہ وقت ہیں آپ چلاویں۔ تب امیر نے جواب دیا کہ شریعت کے تم ہی بادشاہ ہو اور تمہارا ہی فتویٰ ہے اس میں میرا کوئی دخل نہیں۔ تب قاضی نے گھوڑے سے اتر کر ایک پتھر چلایا جس پتھر سے شہید مرحوم کو زخم کاری لگا اور گردن جھک گئی۔ پھر بعد اس کے بدقسمت امیر نے اپنے ہاتھ سے پتھر چلایا۔ پھر کیا تھا اس کی پیروی سے ہزاروں پتھر شہید مرحوم پر پڑنے لگے اور کوئی حاضرین میں سے ایسا نہ تھا جس نے اس شہید مرحوم کی طرف پتھر نہ پھینکا ہو۔ یہاں تک کہ کثرت پتھروں سے شہید مرحوم کے سر پر ایک کوٹھا پتھروں کا جمع ہو گیا۔

پھر امیر نے واپس ہونے کے وقت کہا کہ یہ شخص کہتا تھا

کہ میں چھ روز تک زندہ ہو جاؤں گا اس پر چھ روز تک پہرہ رہنا چاہئے۔ بیان کیا گیا ہے کہ یہ ظلم یعنی سنگسار کرنا ۱۴ر جولائی کو وقوع میں آیا۔ اس بیان میں اکثر حصہ ان لوگوں کا ہے جو اس سلسلہ کے مخالف تھے جنہوں نے یہ بھی اقرار کیا کہ ہم نے بھی پتھر مارے تھے اور بعض ایسے آدمی بھی اس بیان میں داخل ہیں کہ شہید مرحوم کے پوشیدہ شاگرد تھے۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اس سے زیادہ دردناک ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کیونکہ امیر کے ظلم کو پورے طور پر ظاہر کرنا کسی نے روا نہیں رکھا اور جو کچھ ہم نے لکھا ہے بہت سے خطوط کے مشترک مطلب سے ہم نے خلاصۃً لکھا ہے۔ ہر ایک قصہ میں اکثر مبالغہ ہوتا ہے لیکن یہ قصہ ہے کہ لوگوں نے امیر سے ڈر کر اس کا ظلم پورا پورا بیان نہیں کیا اور بہت سی پردہ پوشی کرنی چاہی"۔

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۵۸ تا ۶۰ مطبوعہ لندن)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"ایک گھنٹہ تک برابر ان پر پتھر برسائے گئے حتی کہ ان کا جسم پتھروں میں چھپ گیا مگر انہوں نے اف تک نہ کی، ایک چیخ تک نہ ماری"۔ (الحکم ۶ر مارچ ۱۹۰۸ء)

سید احمد نور صاحب کا بیان ہے کہ جب حضرت صاحبزادہ صاحب کو سنگسار کرنے کے لئے لے جایا جا رہا تھا تو ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگی ہوئی تھیں۔ آپ راستہ میں تیزی سے اور خوش خوش جا رہے تھے۔ ایک مولوی نے پوچھا کہ آپ اتنے خوش کیوں ہیں ابھی آپ کو سنگسار کیا جانے والا ہے؟۔ آپ نے فرمایا یہ ہتھکڑیاں نہیں بلکہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین کا زیور ہے اور مجھے یہ خوشی ہے کہ میں جلد اپنے پیارے مولیٰ سے ملنے والا ہوں۔

(شہید مرحوم کے چشم دید واقعات حصہ اول صفحہ ۲۴)

حضرت صاحبزادہ صاحب کو کابل کے باہر شرقی جانب ہندوسوزان کے ایک میدان موسومہ بہ سیاہ سنگ میں سنگسار کیا گیا تھا۔

(شہید مرحوم کے چشم دید واقعات حصہ اول صفحہ ۲۴ و قلمی مسودہ صفحہ ۴۸)

جناب قاضی محمد یوسف صاحب کا بیان ہے کہ جب امیر حبیب اللہ خان نے حضرت صاحبزادہ پر لگائے گئے فتویٰ کفر اور سنگساری کی سزا کے کاغذ پر دستخط کر دئے تو سردار نصر اللہ خان نے کابل میں موجود ملاؤں کو اطلاع کروا دی اور وہ ارک شاہی کے سامنے جمع ہونے شروع ہو گئے۔ تب حضرت صاحبزادہ صاحب کو مقتل کی طرف لے جایا گیا۔ یہ ہجوم وزارت حربیہ کے سامنے سے گزر کر اس سڑک پر روانہ ہوا جو بالا حصار کو جاتی ہے۔ کابل کے شیر دروازہ سے گزر کر شہر سے باہر آئے۔ بالا حصار کا قلعہ کوہ آسامائی پر واقعہ ہے۔ یہ قلعہ اس وقت بطور میگزین استعمال ہوتا تھا۔ اس کی جانب جنوب ایک پرانا قبرستان ہے جس میں افغانستان کے امراء و رؤسا کی قبریں ہیں۔ اس کے قریب حضرت صاحبزادہ صاحب کو سنگسار کرنے کے لئے ایک گڑھا قریباً اڑھائی فٹ گہرا کھودا گیا جس میں حضرت صاحبزادہ صاحب کو گاڑ دیا گیا۔ گاڑے جانے کے بعد حضرت صاحبزادہ صاحب نے بلند آواز سے کلمۂ شہادت پڑھا۔

حضرت صاحبزادہ صاحب پر پہلا پتھر سردار نصر اللہ نے چلایا۔ مگر ایک روایت یہ بھی ہے کہ پہلا پتھر قاضی عبد الرزاق ملائے حضور نے پھینکا تھا اور اس کے ساتھ اس نے جوش میں آ کر کہا تھا کہ آج جو آدمی اس پر پتھر پھینکے گا وہ جنت میں مقام پائے گا۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کی پیشانی پر پہلا پتھر لگا تو آپ کا سر قبلہ رخ جھک گیا اور آپ نے یہ آیت پڑھی: "اَنْتَ وَلِیّ فِی الدُّنْیَا وَالآخِرَۃِ. تَوَفَّنِی مُسْلِمًا

وَ اَلحِقْنِی بِالصّٰلِحِیْن .... آپ کی شہادت ۱۷ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۴ رجولائی ۱۹۰۳ء واقعہ ہوئی۔

(عاقبۃ المکذبین حصہ اول صفحہ ۵۰ تا ۵۳)

مکرم رحمت اللہ صاحب باغانوالے۔ بنگہ ضلع جالندھر کی روایت ہے کہ:

''خاکسار دارالامان میں گیا ہوا تھا کہ نماز ظہر کے بعد مکرم شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ اخبار وطن لاہور میں حضرت مولوی عبداللطیف صاحب افغانی کو شہید کئے جانے کی خبر شائع ہوئی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ یہ اخبار اکثر احتیاط کرتا ہے یعنی بالعموم غلط خبر شائع نہیں کرتا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ ابھی ہمارے اخبار اس پر کچھ شائع نہ کریں۔ انشاء اللہ ہم خود لکھیں گے''۔

(ملخص از رجسٹر روایات (رفقاء) جلد ۲ صفحہ ۴۲)

حضرت صاحبزادہ صاحب کا مقام شہادت

مختلف روایات میں جائے شہادت کا ذکر ہے۔ ایک روایت میں اسے ہندوسوزان بتایا گیا اور ایک روایت میں سنگ سیاہ کا میدان کہا گیا ہے۔ یہ دونوں مقامات ایک دوسرے سے زیادہ دور نہیں تھے۔

جناب قاضی محمد یوسف صاحب اگست ۱۹۳۴ء میں ظاہر شاہ کے زمانہ میں کابل گئے تھے ان کی تحقیق درج ذیل ہے:

کوہ آسامائی کے دامن میں شہر کابل واقع ہے۔ کابل شہر کے شیر دروازہ کے باہر بجانب پشاور آدھ میل کے فاصلہ پر جنوب کی طرف ایک ٹیلہ پر بالا حصار واقع ہے۔ اس قلعہ میں گزشتہ زمانہ میں امیر شیر علی رہا کرتا تھا۔ اس کے بعد انگریزی سفیر کی رہائش تھی۔ اس کو افغانوں نے قتل کر دیا اور انگریزوں نے افغانستان پر حملہ کر کے فتح حاصل کی تو انگریزی فوج نے اس قلعہ کو توڑ پھوڑ دیا۔ اس کے بعد یہ میگزین کے طور پر استعمال ہوتا رہا۔ اس کے جنوب میں ایک پرانا قبرستان ہے جس میں کابل کے امراء ورؤساء کی قبریں ہیں۔ اس جگہ حضرت صاحبزادہ صاحب کو سنگسار کیا گیا تھا۔

(عاقبۃ المکذبین حصہ اول صفحہ ۵۱، ۵۲)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب فرماتے ہیں کہ جب حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کی شہادت کی خبر قادیان پہنچی تو اس سے ایک طرف تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سخت صدمہ پہنچا کہ ایک مخلص دوست جدا ہو گیا اور دوسری طرف آپ کو خوشی ہوئی کہ آپ کے متبعین میں سے ایک شخص نے ایمان و اخلاص کا یہ اعلیٰ نمونہ دکھایا کہ سخت سے سخت دکھ اور مصائب جھیلے اور بالآخر جان دے دی مگر ایمان کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ (سیرت المہدی حصہ اول روایت نمبر ۲۵۹)

سید ناظر حسین صاحب ساکن کالووالی سیداں ضلع سیالکوٹ کا بیان ہے کہ انہوں نے اگست ۱۹۰۳ء میں ماسٹر عبدالحق صاحب مرحوم کے ساتھ قادیان جا کر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دستی بیعت کی تھی۔ اس سے پہلے حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف صاحب کی شہادت کا واقعہ ہوا تھا اور آپ کی شہادت کا قادیان میں بہت چرچا تھا اور یہ بات بھی مشہور تھی کہ امیر حبیب اللہ خان نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قتل کے لئے بھی بعض آدمی قادیان بھجوائے ہیں۔

اگرچہ حضور کا محافظ اللہ تعالیٰ تھا مگر حضور نے ہدایت دی ہوئی تھی کہ احتیاطاً رات کو حضور کے گھر کی ڈیوڑھی میں دو آدمی پہرے کے لئے سویا کریں۔ چنانچہ ایک رات میں اور ماسٹر عبدالحق صاحب حضورؑ کی ڈیوڑھی میں پہرے کی غرض سے سوئے تھے۔ (رجسٹر روایات (رفقاء) جلد ۷ صفحہ ۲۲۶)

شہادت کے بعد وباء ہیضہ اور بعض دیگر نشانات کا ظہور

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

''وہ صبح ہوتے ہی کابل میں ہیضہ پھوٹ پڑا اور نصراللہ خان حقیقی بھائی امیر حبیب اللہ خان کا جو اصل سبب اس خونریزی کا تھا اس کے گھر میں ہیضہ پھوٹا اور اس کی بیوی اور بچہ فوت ہو گیا اور چار سو کے قریب ہر روز آدمی مرتا تھا اور شہادت کی رات آسمان سرخ ہو گیا''۔

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد۲۰ صفحہ ۱۲۷ مطبوعہ لندن)

''سنا گیا ہے کہ جب شہید مرحوم کو ہزاروں پتھروں سے قتل کیا گیا تو انہیں دنوں میں سخت ہیضہ کابل میں پھوٹ پڑا اور بڑے بڑے ریاست کے نامی اس کا شکار ہوئے اور بعض امیر کے رشتہ دار اور عزیز بھی اس جہان سے رخصت ہوئے''۔ (تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد۲۰ صفحہ ۷۴۔ مطبوعہ لندن)

انگریز انجینئر Mr.A Frank Martin نے لکھا ہے کہ قتل کئے جانے سے پہلے ملا صاحب نے امیر کی موجودگی میں یہ پیشگوئی کی کہ اس ملک پر ایک بڑی تباہی آنے والی ہے جس کے نتیجہ میں امیر حبیب اللہ خان اور سردار نصراللہ خان کو بھی دکھ پہنچے گا۔

جس روز ملا (صاحب) کو قتل کیا گیا اس دن اچانک شام کو نو بجے کے قریب آندھی کا ایک زبردست طوفان آیا جو بہت زور شور سے آدھے گھنٹے تک جاری رہا پھر اچانک جس طرح شروع ہوا تھا تھم گیا۔ رات کے وقت اس طرح آندھی کا آنا غیر معمولی بات تھی۔ عام لوگ اس آندھی کے بارہ میں کہنے لگے کہ یہ ملاّ (صاحبؒ) کی روح کے نکلنے کی وجہ سے ہوا ہے۔

اس کے بعد ہیضہ کی وباء آگئی۔ سابقہ وباؤں کو مدنظر رکھ کر ہیضہ ابھی چار سال تک متوقع نہیں تھا۔ اور یہ خیال کیا جاتا تھا کہ ہیضہ کی وباء بھی ملاّ (صاحب) کی پیشگوئی کے مطابق آئی ہے۔ اسی وجہ سے امیر حبیب اللہ خان اور شہزادہ نصراللہ خان شدید خوف میں مبتلا ہو گئے۔ انہیں یقین تھا کہ اب ان کی موت بھی آنے والی ہے۔ جب شہزادہ نصراللہ خان کی ایک پیاری بیوی ہیضہ سے فوت ہو گئی تو وہ اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھا اور غم سے نیم پاگل ہو گیا۔

مقتول ملاّ (صاحب) کے مریدوں کی بڑی تعداد تھی اور وہ بہت رسوخ اور طاقت والے بھی تھے۔ جن دو ملاؤں نے ان کے قتل کئے جانے کا فتویٰ دیا تھا وہ بھی نہایت خوف کی حالت میں زندگی بسر کرنے لگے کیونکہ انہیں ان کے مریدوں کی جانب سے انتقام لئے جانے کا خوف رہتا تھا۔ ان میں سے ایک ملا کو ہیضہ ہوا اور وہ مرتے مرتے بچا۔

جب ۱۹۰۳ء میں وبا پھوٹی تو امیر حبیب اللہ خان نے اپنے والد امیر عبدالرحمٰن خان کے طریق پر فوراً اپنا سامان یعنی فرنیچر اور قالین وغیرہ کابل سے باہر پغمان بھجوانا شروع کر دیا۔ اس کا ارادہ تھا کہ خود بھی اگلے روز کابل سے نکل جائے گا۔

جب کابل شہر کے گورنر کو اس کے ارادہ کا علم ہوا تو وہ امیر کے پاس آیا کہ عام پھیلی ہوئی بے اطمینانی اتنی زیادہ ہے کہ اگر وہ اس موقعہ پر شہر سے باہر چلا گیا تو فوج اور رعایا بغاوت کر دے گی اور وہ پھر کبھی واپس نہ آ سکے گا۔ امیر نے گورنر کا مشورہ مان لیا اور اسے بہ امر مجبوری اپنے محل ارک میں ہی رہنا پڑا۔ اس نے اپنے آپ کو دو کمروں تک محدود کر لیا۔ جہاں صرف نصف درجن منظور نظر درباریوں اور نوکروں کو آنے کی اجازت تھی جو لوگ اسے ملنے آتے انہیں یہ اجازت نہ تھی کہ محل سے باہر نکلیں۔ اسے ڈر تھا کہ وہ باہر سے ہیضہ کا مرض لے آئیں گے۔ چونکہ امیر کابل سے باہر نہیں جا سکا تھا اسلئے سردار نصراللہ خان کو بھی شہر میں اپنے محل میں رہنا پڑا۔ وہ اپنا اکثر وقت جائے نماز پر گزارتا تھا۔

(ملخص مفہوم از کتاب Under the absolute Amir
مصنفہ Mr.Frank A Martin صفحہ ۲۰۱ تا ۲۰۴)

مسٹر انگس ہملٹن اپنی کتاب ''افغانستان'' میں بیان کرتے ہیں کہ:

''۱۹۰۳ء میں افغانستان کے شہر کابل اور شمال ومشرق کے صوبہ جات میں زور شور سے ہیضہ پھوٹ پڑا جو اپنی شدت کے لحاظ سے ۱۸۷۹ء کے وباء ہیضہ سے بدتر تھا۔

سردار نصر اللہ خان کی ایک بیوی اور بیٹا اور شاہی خاندان کے کئی افراد اور ہزار ہا باشندگان کابل اس وباء سے لقمۂ اجل ہوئے اور شہر میں افراتفری پڑ گئی۔ ہر شخص کو اپنی جان کی فکر لاحق ہو گیا اور دوسرے کے حالات سے بے فکر اور بے خبر ہو گیا۔

('افغانستان' مصنفہ مسٹر انگس ہملٹن صفحہ ۲۵۰۔ بحوالہ عاقبۃ المکذبین حصہ اول صفحہ ۵۷)

حضرت صاحبزادہ صاحب کی شہادت کے نتیجہ میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی انذاری وتبشیری پیشگوئیاں

''صاحبزادہ مولوی عبداللطیف مرحوم کا اس بے رحمی سے مارا جانا اگرچہ ایسا امر ہے کہ اس کے سننے سے کلیجہ منہ کو آتا ہے (وما رأینا ظلمًا اغیظ من ھذا) لیکن اس خون میں بہت برکات ہیں کہ بعد میں ظاہر ہونگے اور کابل کی زمین دیکھ لے گی کہ یہ خون کیسے کیسے پھل لائے گا۔ یہ خون کبھی ضائع نہیں جائے گا۔ پہلے اس سے غریب عبدالرحمٰن میری جماعت کا ظلم سے مارا گیا اور خدا چپ رہا مگر اس خون پر اب وہ چپ نہیں رہے گا اور بڑے بڑے نتائج ظاہر ہونگے''۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ''مگر ابھی کیا ہے یہ خون بڑی بے رحمی کے ساتھ کیا گیا ہے اور آسمان کے نیچے ایسے خون کی اس زمانہ میں نظیر نہیں ملے گی۔ ہائے اس نادان امیر نے کیا کیا کہ ایسے معصوم شخص کو کمال بیدردی سے قتل کر کے اپنے تئیں تباہ کر لیا۔

اے کابل کی زمین تو گواہ رہ کہ تیرے پر سخت جرم کا ارتکاب کیا گیا۔ اے بدقسمت زمین تو خدا کی نظر سے گر گئی کہ تو اس ظلمِ عظیم کی جگہ ہے''۔

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۷۴ مطبوعہ لندن)

''میں خوب جانتا ہوں کہ جماعت کے بعض افراد ابھی تک اپنی روحانی کمزوری کی حالت میں ہیں یہاں تک کہ بعض کو اپنے وعدوں پر بھی ثابت رہنا مشکل ہے لیکن جب میں اس استقامت اور جانفشانی کو دیکھتا ہوں جو صاحبزادہ مولوی محمد عبداللطیف مرحوم سے ظہور میں آئی تو مجھے اپنی جماعت کی نسبت بہت امید بڑھ جاتی ہے کیونکہ جس خدا نے بعض افراد اس جماعت کو یہ توفیق دی کہ نہ صرف مال بلکہ جان بھی اس راہ میں قربان کر گئے اس خدا کا صریح یہ منشاء معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت سے ایسے افراد اس جماعت میں پیدا کرے جو صاحبزادہ مولوی عبداللطیف کی روح رکھتے ہوں اور ان کی روحانیت کا ایک نیا پودہ ہوں جیسا کہ میں نے کشفی حالت میں واقعہ شہادت مولوی صاحب موصوف کے قریب دیکھا کہ ہمارے باغ میں سے ایک بلند شاخ سرو کی کاٹی گئی اور میں نے کہا کہ اس شاخ کو زمین میں دوبارہ نصب کر دو تا وہ بڑھے اور پھولے۔ سو میں نے اس کی یہی تعبیر کی کہ خدا تعالیٰ بہت سے ان کے قائم مقام پیدا کر دے گا۔ سو میں یقین رکھتا ہوں کہ کسی وقت میرے اس کشف کی تعبیر ظاہر ہو جائے گی''۔

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۷۵، ۷۶)

''میں یقیناً جانتا ہوں کہ اب وقت آنے والا ہے کہ اس کی شہادت کی حکمت نکلنے والی ہے اور میں نے سنا ہے کہ اس وقت چودہ آدمی قید کئے گئے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ عبداللطیف کو ناحق شہید کرایا گیا ہے اور یہ ظلم ہوا ہے، وہ حق پر تھا۔ اس پر امیر نے ان آدمیوں کو قید کر دیا ہے اور ان کے وارثوں کو کہا ہے کہ وہ ان کو سمجھائیں کہ ایسے بیہودہ خیالات سے وہ باز آ

جائیں۔مگر وہ موت کو پسند کرتے ہیں اور اس یقینی بات کو وہ چھوڑنا نہیں چاہتے۔اگر عبداللطیف شہید نہ ہوا ہوتا تو یہ اثر کس طرح پیدا ہوتا اور یہ رعب کس طرح پر پڑتا۔

یقیناً سمجھو کہ خدا تعالیٰ نے کیسی بڑی چیز کا ارادہ کیا ہے اور اس کی بنیاد عبداللطیف کی شہادت سے پڑی ہے۔یہ موت موت نہیں۔یہ زندگی ہے اور اس کے مفید نتیجے پیدا ہونے والے ہیں......... یہ نشان ہزاروں لاکھوں انسانوں کے لئے ہدایت اور ترقی ایمان کا موجب ہوگا.........

عبداللطیف کے اس استقلال اور استقامت سے بہت بڑا فائدہ ان لوگوں کو ہوگا جو اس واقعہ پر غور کریں گے۔چونکہ یہ موت بہت سی زندگیوں کا موجب ہونے والی ہے۔اس لئے یہ ایسی موت ہے کہ ہزاروں زندگیاں اس پر قربان ہیں.........عبداللطیف کی موت پر جو موت نہیں بلکہ زندگی ہے تم کیوں خوش ہوتے ہو۔آخر تمہیں بھی مرنا ہے۔عبداللطیف کی موت تو بہتوں کی زندگی کا باعث ہوگی مگر تمہاری جان اکارت جائے گی اور کسی ٹھکانے نہ لگے گی .... یہ ہماری جماعت کے ایمان کو ترقی دینے کا موجب ہوگی۔اس کے سوا اب یہ خون اٹھنے لگا ہے اور اس کا اثر پیدا ہونا شروع ہو گیا ہے جو ایک جماعت کو پیدا کر دے گا"۔

(الحکم ۲۴؍جنوری ۱۹۰۴ء۔ملفوظات جلد سوم صفحہ ۵۱۳، ۵۱۴۔مطبوعہ لندن)

"یہ خون کبھی خالی نہیں جائے گا۔اللہ تعالیٰ اس کے مصالح اور حکمتوں کو خوب جانتا ہے.....اس خون کے بہت بڑے بڑے نتائج پیدا ہونے والے ہیں"۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۵۱۴، ۵۱۵)

"عجیب بات ہے کہ ان کے بعض شاگرد بیان کرتے ہیں کہ جب وہ وطن کی طرف روانہ ہوئے تو بار بار کہتے تھے کہ کابل کی زمین اپنی اصلاح کے لئے میرے خون کی محتاج ہے اور درحقیقت وہ سچ کہتے تھے کیونکہ سرزمین کابل میں اگر ایک کروڑ اشتہار شائع کیا جاتا اور دلائل قویہ سے میرا مسیح موعود ہونا ان میں ثابت کیا جاتا تو ان اشتہارات کا ہرگز ایسا اثر نہ ہوتا جیسا کہ اس شہید کے خون کا اثر ہوا۔

کابل کی سرزمین پر یہ خون اس تخم کی مانند پڑا ہے جو تھوڑے عرصہ میں بڑا درخت بن جاتا ہے اور ہزارہا پرندے اس پر اپنا بسیرا کرتے ہیں۔

(تذکرۃ الشہادتین۔روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۵۳، ۵۴ مطبوعہ لندن)

"شاہزادہ عبداللطیف کے لئے جو شہادت مقدر تھی وہ ہو چکی۔اب ظالم کا پاداش باقی ہے۔انہ من یات ربہ مجرما فان لہ جھنم لایموت فیھا ولا یحیٰ۔افسوس کہ یہ امیر زیر آیت من یقتل مومنا متعمدا داخل ہو گیا۔اور مومن بھی ایسا مومن کہ اگر کابل کی تمام سرزمین میں اس کی نظیر تلاش کی جائے تو تلاش کرنا لاحاصل ہے"۔

(تذکرۃ الشہادتین۔روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۶۰ مطبوعہ لندن)

حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف شہید کی نعش کا پتھروں سے نکالا جانا، نماز جنازہ اور تدفین

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"میاں احمد نور جو حضرت صاحبزادہ مولوی عبداللطیف صاحب کے خاص شاگرد ہیں۔۸؍نومبر ۱۹۰۳ء کو مع عیال خوست سے قادیان پہنچے ان کا بیان ہے کہ مولوی صاحب کی لاش برابر چالیس دن تک ان پتھروں میں پڑی رہی جن میں سنگسار کئے گئے تھے۔بعد اس کے میں نے چند دوستوں کے ساتھ مل کر رات کے وقت ان کی نعش مبارک نکالی اور پوشیدہ طور پر شہر میں لائے اور اندیشہ تھا کہ امیر اور اس کے ملازم کچھ مزاحمت کریں گے مگر شہر میں وبائے ہیضہ اس قدر پڑ چکا تھا کہ ہر ایک شخص اپنی بلا میں گرفتار تھا اس لئے ہم اطمینان سے مولوی صاحب مرحوم کا قبرستان میں جنازہ لے گئے اور جنازہ پڑھ کر وہاں دفن کر دیا۔یہ عجیب بات ہے کہ مولوی

صاحب جب پتھروں میں سے نکالے گئے تو کستوری کی طرح ان کے بدن سے خوشبو آتی تھی اس سے لوگ بہت متاثر ہوئے۔ (تذکرۃ الشہادتین روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۱۲۶ مطبوعہ لندن)

سید احمد نور صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب انہیں اپنے گاؤں آئے ہوئے قریباً تین ماہ کا عرصہ ہو گیا تو ایک روز گاؤں کی (بیت الذکر) میں تلاوت قرآن مجید کرتے ہوئے انہیں القاء ہوا: "وعقروا الناقة لو تسوّی بهم الارض لكان خير الهم۔ یعنی ان لوگوں نے (خدا کی) اونٹنی کو مار دیا ہے مگر ان کی یہ حرکت اچھی نہ تھی۔ اگر زمین ان پر ہموار کر دی جاتی تو ان کے لئے بہتر ہوتا"۔

اس کی انہیں یہ تفہیم ہوئی کہ حضرت صاحبزادہ کو شہید کر دیا گیا ہے انہوں نے بعض لوگوں سے اس کا ذکر کیا لیکن انہوں نے کہا کہ یہ ممکن نہیں کہ صاحبزادہ صاحب جیسے انسان کو قتل کر دیا جائے ان کا گاؤں جدلانی نامی دریا کے کنارے پر واقعہ ہے اس کے قریب ایک جگہ شمخیل (ہاشم خیل) ہے جہاں پر کابل سے تاجر آتے جاتے ہیں سید احمد نور معلومات حاصل کرنے کے لئے شمخیل گئے تو معلوم ہوا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کو سنگسار کر دیا گیا ہے اور اب تک ان کے جسم کے اوپر ایک درخت جتنا اونچا پتھروں کا ڈھیر پڑا ہے۔

سید احمد نور صاحب نے یہ سن کر عزم کیا کہ وہ کابل جائیں گے اور حضرت صاحبزادہ صاحب کے جسم کو ان پتھروں کے نیچے سے نکالیں گے خواہ اس کی پاداش میں ان کو بھی سنگسار کر دیا جائے وہ کابل کے ارادے سے روانہ ہوئے جب شمخیل پہنچے تو مقامی حاکم کو ان کے ارادے کا علم ہو گیا اس نے ان کو بلوا کر کہا کہ تم فوراً اپنے گاؤں چلے جاؤ ورنہ تمہیں سخت سزا دی جائے گی پھر ان سے دوصد روپیہ کی ضمانت لی اور گاؤں واپس جانے کی ہدایت دے کر ان کو چھوڑ دیا سید احمد نور ایک دوسرے راستہ سے کابل کی طرف روانہ ہو گئے۔

(شہید مرحوم کے چشمدید واقعات حصہ اول صفحہ ۱۹)

سید احمد نور صاحب نے کابل پہنچ کر بعض دوستوں سے اپنے ارادہ کا ذکر کیا اور ان سے سنگساری کی جگہ دریافت کی انہوں نے بتایا کہ صاحبزادہ صاحب کو ہندوسوزان کے قریب سنگسار کیا گیا ہے۔ سید احمد نور اس جگہ گئے اور دیکھ کر واپس آ گئے انہیں یہ خیال پیدا ہوا کہ معلوم نہیں کہ صاحبزادہ صاحب ان کی نعش کے نکالے جانے پر راضی بھی ہیں یا نہیں۔ انہوں نے رات دعا کی کہ اے مولا کریم میری رہنمائی فرما کہ صاحبزادہ صاحب اپنی نعش کے نکالے جانے پر راضی ہیں یا نہیں۔ انہوں نے رؤیا میں دیکھا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب ایک کمرے میں ہیں۔ انہوں نے دروازہ کھولا اور سید احمد نور کو اندر بلا لیا وہ حضرت صاحبزادہ صاحب کے پاؤں دبانے لگے انہوں نے دیکھا کہ آپ کے پاؤں زخمی ہیں آنکھ کھلنے پر سید احمد نور نے اس کی یہ تعبیر سمجھی کہ حضرت صاحبزادہ صاحب چاہتے ہیں کہ ان کی لاش پتھروں سے نکال لی جائے۔

سید احمد نور یہ سوچتے رہے کہ یہ کام کیسے کیا جائے آخر وہ ایک فوجی حوالدار سے ملے جو حضرت صاحبزادہ صاحب کا معتقد تھا وہ ان کی بات سن کر رو پڑا اور کہا کہ میں نے بہت دفعہ ارادہ کیا کہ لاش نکالوں لیکن میں اکیلا تھا مجھ میں اس کی طاقت نہ تھی اب آپ آ گئے ہیں میں انشاء اللہ ضرور آپ کی مدد کروں گا۔ سید احمد نور نے حوالدار صاحب سے کہا کہ وہ کچھ آدمی اپنے ساتھ لے کر رات بارہ بجے مقام شہادت پر پہنچیں میں تابوت، کفن اور خوشبو وغیرہ لے کر وہاں آ جاؤں گا۔ چنانچہ وہ ایک مزدور سے تابوت اٹھوا کر وقت مقررہ پر ایک قبرستان میں پہنچ گئے جو مقام شہادت کے قریب ہی تھا۔ ان دنوں ہیضہ کی وباء پھیلی ہوئی تھی، لوگ کثرت سے مر

رہے تھے۔ قبرستان میں میت کے بعد میت تدفین کے لئے لائی جاتی تھی افراتفری کا عالم تھا اس لئے ان سے کسی نے نہیں پوچھا کہ وہ وہاں کیسے آئے ہیں اور یہ کہ تابوت میں کوئی لاش ہے یا نہیں۔ حوالدار نے آنے میں کچھ دیر کی یہاں تک کہ آدھی رات ہو گئی سید احمد نور نے سوچا کہ وہ اکیلے ہی پتھروں کو ہٹا کر لاش نکالتے ہیں لیکن تھوڑی دیر بعد حوالدار صاحب بھی کچھ لوگوں کو لے کر آ گئے۔ یہ سب لوگ تابوت لے کر مقام شہادت پر پہنچے۔ چاندنی رات تھی ایک آدمی کو پہرہ پر مقرر کیا اور باقی سب پتھر ہٹانے لگے یہاں تک کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کی لاش نظر آنے لگی اس وقت اس میں سے نہایت تیز خوشبو آ رہی تھی یہ دیکھ کر حوالدار کے ساتھی کہنے لگے کہ شاید یہ وہی آدمی ہے جس کو امیر حبیب اللہ خان نے سنگسار کروایا تھا سید احمد نور نے کہا ہاں یہ وہی آدمی ہے یہ شخص اکثر قرآن شریف کی تلاوت کرتا رہتا تھا اور ذکر الٰہی میں مصروف رہتا تھا یہ وہی خوشبو ہے۔

جب نعش کو کفن پہنایا گیا تو سید احمد نور نے کشفی طور پر دیکھا کہ ایک پہاڑی کے پیچھے سے پچاس پیدل پہرہ دار اور ایک سوار گشت کرتے ہوئے آ رہے ہیں ان دنوں کابل میں رات کے وقت پہرہ ہوتا تھا اور کسی کو باہر پھرنے کی اجازت نہ ہوتی تھی اگر رات کو کوئی شخص باہر پھرتا نظر پڑتا تھا تو اسے قتل کر دیا جاتا تھا۔ سید احمد نور نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ پہرہ والے آ رہے ہیں یہاں سے ہٹ جاؤ۔ تب سب وہاں سے ہٹ کر چھپ گئے۔ تھوڑی دیر میں پہرہ والے سڑک پر چلتے نظر آنے لگے وہ قلعہ بالا حصار (میگزین) تک گئے اور کچھ دیر کے بعد اسی سڑک سے شہر کی طرف واپس چلے گئے۔ تب میاں احمد نور اور ان کے ساتھی حضرت شہید مرحوم کی نعش کے پاس آئے اور اسے اٹھا کر تابوت میں رکھ دیا اس وقت سید احمد نور نے حضرت شہید مرحوم کے کچھ بال اور کپڑا تبرک کے طور پر لے لئے۔

تابوت بہت بھاری ہو گیا تھا جب اسے اٹھانے کی کوشش کی تو سب مل کر بھی نہ اٹھا سکے۔ سید احمد نور نے لاش کو مخاطب ہو کر کہا کہ جناب یہ بھاری ہونے کا وقت نہیں آپ ہلکے ہو جائیں اس کے بعد انہوں نے محسوس کیا کہ وہ اکیلے ہی تابوت اٹھا سکتے ہیں۔ لیکن حوالدار نے کہا کہ میں اٹھاتا ہوں۔ اس نے سید احمد نور کی پگڑی لی اور اس سے تابوت باندھ کر اسے اپنے کندھے پر ڈال لیا۔

وہاں سے وہ تابوت ایک مقبرہ میں لے گئے جو نزدیک ہی تھا اس جگہ چند فقیر رہتے تھے سید احمد نور نے حوالدار صاحب اور ان کے آدمیوں کو رخصت کر دیا اور خود ان فقیروں کے پاس چلے گئے ان سے کہا کہ ایک جنازہ آیا ہے اسے یہاں رکھنا ہے انہوں نے تسلی دی اور تابوت ان کے پاس رکھ دیا گیا حوالدار نے جاتے وقت کہا تھا کہ وہ صبح کسی سواری یا مزدوروں کا انتظام کرے گا تا کہ تابوت وہاں سے شہر لے جایا جا سکے۔ صبح ہو گئی لیکن حوالدار نہ آیا آخر سید احمد نور نے ان فقیروں میں سے ایک آدمی کو اجرت دے کر شہر بھجوایا کہ وہ مزدور تلاش کر کے لائے وہ فقیر چلا گیا اور کچھ دیر کے بعد واپس آ گیا اور کہا کہ مزدور تو نہیں ملے شہر میں ہیضہ کی وباء کا زور ہے کثرت سے آدمی مر رہے ہیں میں ہی آپ کی مدد کرتا ہوں۔ فقیر نے سرہانے کی طرف سے جنازہ اٹھایا اور سید احمد نور نے پاؤں کی طرف سے اور شہر کی طرف روانہ ہوئے۔ دِہ سبز کو جانے والی مشرقی سڑک سے شہر میں آئے جب لکڑ منڈی پہنچے تو کچھ مزدور مل گئے جنہوں نے جنازہ اٹھا لیا شور بازار سے ہوتے ہوئے مقبرہ طاؤس آئے اس کے قریب ہی غلام جان کا مکان تھا وہاں سردار عبدالرحمٰن جان ابن سردار شیریں دل خان موجود تھے سید احمد نور نے سردار احمد جان سے پہلے سے بات کی ہوئی تھی اور تمام

پروگرام ان کے علم میں تھا۔ سید احمد نور نے ان کو اشارہ سے اپنی طرف بلایا اور جنازہ کے مقبرہ طاؤس میں بھجوائے جانے کا ذکر کیا۔ سردار عبدالرحمٰن جان نے کہا کہ آپ چلیں اور میرا انتظار کریں میں گھوڑے پر سوار ہو کر آتا ہوں سید احمد نور جنازہ اٹھوا کر مقبرہ طاؤس کے پاس ایک قبرستان میں لے گئے جو حضرت صاحبزادہ صاحب کا آبائی قبرستان تھا اور مزدوروں کو رخصت کر دیا تھوڑی دیر میں سردار عبدالرحمٰن جان بھی پہنچ گئے انہوں نے گھوڑا اپنے نوکر کے حوالہ کیا اور خود آگے بڑھے۔ سردار عبدالرحمٰن جان نے سرہانے کی طرف سے جنازہ اٹھایا اور پاؤں کی طرف سے سید احمد نور نے پکڑا اتنے میں حوالدار صاحب بھی آگئے اب ظہر کا وقت ہو گیا تھا۔ تینوں نے نماز جنازہ ادا کی سردار عبدالرحمٰن جان ابن سردار شیریں دل خان امام بنے اور سید احمد نور اور حوالدار پیچھے کھڑے ہوئے نماز جنازہ کے بعد تدفین کر دی گئی مقبرہ والوں کو سردار عبدالرحمٰن جان نے کچھ رقم دی اور کہا کہ یہ ایک بزرگ تھے ہم انہیں امانتاً دفن کرتے ہیں اگر کوئی شخص ان کے بارہ میں دریافت کرتا ہوا آئے تو اُسے قبر کا پتہ دے دینا۔

سردار عبدالرحمٰن جان کی والدہ صاحبہ بھی حضرت صاحبزادہ صاحب سے بہت عقیدت رکھتی تھی سردار عبدالرحمٰن جان کی ایک بہن امیر حبیب اللہ خان کی بیوی تھیں۔

سید احمد نور کابل میں سردار صاحب کے مکان پر ایک ماہ کے قریب مقیم رہے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ اگر حضرت صاحبزادہ صاحب کی لاش نکالے جانے کا امیر کو علم ہو جائے اور وہ کوئی کارروائی ان کے خلاف کرنا چاہے تو انہیں کابل میں ہی گرفتار کر لیا جائے ان کے اہل وعیال کو اس سلسلہ میں کوئی تکلیف نہ دی جائے

انہی دنوں میں سردار عبدالرحمٰن جان نے احمدیت قبول کر لی جنازہ کے چند روز کے بعد سردار صاحب نے دربار میں آ کر بتایا کہ امیر حبیب اللہ خان کے پاس رپورٹ پہنچائی گئی ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کی لاش پتھروں سے نکال لی گئی ہے لیکن اس نے اس طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی۔

سردار صاحب اور ان کی والدہ محترمہ نے سید احمد نور سے بہت اچھا سلوک کیا ان کو جب علم ہوا کہ سید احمد نور قادیان جانے کا ارادہ رکھتے ہیں تو انہوں نے ایک گھوڑا اور جائے نماز ان کو دیا کہ وہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں سردار صاحب کی طرف سے بطور تحفہ پیش کر دیں۔ سید احمد نور نے جائے نماز تو لے لی اور گھوڑا نہ لیا۔ انہوں نے کہا کہ میں چھپ کر پہاڑوں میں سے جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔

سردار عبدالرحمٰن جان نے سید احمد نور کو ایک خط لکھ دیا کہ یہ میرا آدمی ہے اس تکلیف نہ دی جائے جب سید احمد نور کو تسلی ہو گئی کہ ان کی گرفتاری نہیں ہو گی تو وہ کابل سے روانہ ہوئے۔ (قلمی مسودہ صفحہ ۲ تا ۵ شہید مرحوم کے چشمدید واقعات صفحہ ۲۰، ۲۱)

(باقی آئندہ)

دین کی خدمت کرنے والوں کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ''اس کام کے واسطے وہ آدمی موزوں ہوں گے جو کہ مَنْ یَتَّقِ وَیَصْبِرْ (یوسف: ۹۱) کے مصداق ہوں۔ ان میں تقویٰ کی خوبی بھی ہو اور صبر بھی ہو۔ پاک دامن ہوں۔ فسق و فجور سے بچنے والے ہوں۔ معاصی سے دور رہنے والے ہوں، لیکن ساتھ ہی مشکلات پر صبر کرنے والے ہوں۔ لوگوں کی دشنام دہی پر جوش میں نہ آئیں۔ ہر طرح کی تکلیف اور دکھ کو برداشت کر کے صبر کریں۔ کوئی مارے تو بھی مقابلہ نہ کریں جس سے فتنہ و فساد ہو جائے۔ دشمن جب گفتگو میں مقابلہ کرتا ہے تو وہ چاہتا ہے کہ اسے جوش دلانے والے کلمات بولے جن سے فریق مخالف صبر سے باہر ہو کر اس کے ساتھ آمادہ بجنگ ہو جائے''۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۳۶۸)

قراردادِ تعزیت

بروفات حضرت شیخ محبوب عالم صاحب خالد

صدر، صدر انجمن احمدیہ پاکستان

مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ پاکستان کا یہ اجلاس حضرت پروفیسر شیخ محبوب عالم صاحب خالد صدر، صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی وفات پر گہرے صدمہ کے ساتھ تعزیت کا اظہار کرتا ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

حضرت شیخ صاحب مرحوم سلسلہ عالیہ احمدیہ کے قدیم خادم، ماہر مالیات حضرت الحاج خان صاحب مولوی فرزند علی صاحب سابق امام بیت الفضل لندن (32-1928ء) وناظر بیت المال قادیان و ربوہ کے فرزند اور مکرم حافظ ڈاکٹر بدر الدین احمد صاحب سابق مشنری بورینو فلپائن (اعزازی) و مکرم شیخ مبارک احمد صاحب سابق نائب ناظر تعلیم و سیکرٹری رشتہ ناطہ انگلستان کے بھائی مکرم شیخ خورشید احمد صاحب سابق نائب ایڈیٹر الفضل وسابق قائد مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کے ماموں اور پروفیسر منور شمیم خالد صاحب سابق مہتمم تحریک جدید و آڈیٹر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ حال آڈیٹر مجلس انصار اللہ پاکستان کے والد ماجد تھے۔

حضرت شیخ صاحب نے گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے آنرز کرنے کے بعد علیگڑھ یونیورسٹی سے بی ٹی اور بعد میں ایم اے عربی اور ایم اے اُردو کیا۔

یکم جون 1936ء کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے آپ کو نصرت گرلز ہائی سکول میں دینیات کا استاد مقرر فرمایا۔ آپ جماعت کے مختلف تعلیمی اداروں مدرسہ احمدیہ، جامعہ احمدیہ، تعلیم الاسلام ہائی سکول اور پھر 1944ء سے 1969ء تک تعلیم الاسلام کالج میں 33 سال تک تعلیم و تدریس کی خدمت دین بجالانے کے بعد ریٹائر ہوئے۔ اپریل 1969ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ناظر بیت المال مقرر فرمایا اور اس حیثیت سے بھی آپ کو مزید 33 سال خدمت کی توفیق ملی۔ 2003ء تک آپ نے پورے پاکستان کی چھوٹی بڑی جماعتوں کے دورے کر کے نظارت بیت المال کو مضبوط کیا۔ اس عرصہ کے دوران آپ کو وقفہ، وقفہ کے ساتھ تقریباً سات سال تک پرائیویٹ سیکرٹری کے طور پر بھی خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔ علاوہ ازیں آپ نے دس مرتبہ مجلس شوریٰ کے سیکرٹری کے فرائض سرانجام دیئے۔ مئی 2002ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ صاحب کو صدر، صدر انجمن احمدیہ پاکستان کے عہدہ جلیلہ پر فائز فرمایا اور آپ نے تاوفات اس حیثیت سے خدمت دین سرانجام دی۔ اس طرح خدا تعالیٰ کے فضل سے تقریباً ستر سال تک آپ نے مختلف جماعتی شعبوں میں خدمت کی توفیق پائی۔

حضرت شیخ صاحب نے حضرت مصلح موعود کے ارشاد کی تعمیل میں 1938ء میں مجلس خدام الاحمدیہ کا پہلا اجلاس اپنے مکان مبارک منزل میں منعقد کر کے مجلس کے اغراض ومقاصد مرتب کئے اور اس طرح آپ کو مجلس خدام الاحمدیہ کا بانی رکن ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ آپ کو پہلا معتمد (جنرل سیکرٹری) منتخب کیا گیا۔ اس کے علاوہ آپ نے خدام الاحمدیہ کے بعض دوسرے شعبوں میں بھی کام کیا۔ بعدازاں آپ تقریباً بارہ سال تک مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے قائد عمومی رہے۔

آپ کی وفات پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ مؤرخہ 23/ جنوری 2004ء میں قابل رشک انداز میں آپ کا ذکر خیر فرمایا ہے اور آپ کی وفات کو جماعتی صدمہ قرار دیا۔

ہم اراکین مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ پاکستان حضرت شیخ محبوب عالم صاحب خالد کی وفات پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اور مرحوم اولاد اور دیگر عزیز واقارب سے دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کے حضور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس خادم سلسلہ کی مغفرت فرمائے۔ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ علیین میں بلند مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کے ساتھ مرحوم کے نیک نمونہ کو اپنی اگلی نسلوں میں جاری رکھنے کی توفیق بخشے۔ آمین

ہم ہیں اراکین مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ پاکستان

☆☆☆☆☆☆☆

قراردادِ تعزیت

بروفات محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب

مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ پاکستان اپنے اس اجلاس میں خاندان اقدس کے رکن سیدنا حضرت مصلح موعود کے فرزند محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب کی وفات پر دلی رنج وغم کا اظہار کرتی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ نے 1962ء تا 1965ء تین سال تک بطور صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ خدمت کی توفیق پائی۔

محترم صاحبزادہ صاحب موصوف 5/ مارچ 1927ء کو حضرت سارہ بیگم صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے بطن سے قادیان میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم کے بعد فاضل عربی، بی اے اور شاہد کے امتحان پاس کئے۔ 1945ء میں آپ نے اپنی زندگی خدمت دین کیلئے وقف کردی۔ آپ کی پہلی تقرری 1954ء میں بطور مربی سلسلہ احمدیہ انڈونیشیا میں ہوئی جہاں آپ نے دو سال تک خدمت کی توفیق پائی۔ 1956ء سے آپ کا تقرر جامعہ احمدیہ میں بطور مدرس ہوا جہاں آپ تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے۔

آپ کی شادی حضرت ڈاکٹر سید میر محمد اسماعیل صاحب کی صاحبزادی محترمہ سیدہ امۃ السمیع بیگم صاحبہ سے ہوئی۔ آپ کو خدا تعالیٰ نے تین بیٹوں مکرم صاحبزادہ مرزا طیب احمد صاحب، مکرم صاحبزادہ مرزا عبد الصمد احمد صاحب

(واقف زندگی) سیکرٹری مجلس کارپرداز صدر انجمن احمدیہ، مکرم صاحبزادہ مرزا محمد احمد مصطفیٰ صاحب اور چار بیٹیوں مکرمہ صاحبزادی امۃ الحفیظ صاحبہ اہلیہ مکرم میجر سید منور احمد صاحب، مکرمہ صاحبزادی حمیرا امۃ الحمید صاحبہ اہلیہ مکرم سید محمود احمد صاحب، مکرمہ صاحبزادی شبرہ امۃ اللطیف صاحبہ اہلیہ مکرم طارق رشید صاحب اور مکرمہ صاحبزادی وردہ امۃ الملک صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر سید حمید اللہ نصرت پاشا صاحب (واقف زندگی) سے نوازا۔

آپ کی وفات پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ مؤرخہ 23/ جنوری 2004ء میں آپ کا ذکر خیر کرتے ہوئے آپ کے تعلق اخلاص و وفا کا بطور خاص ذکر فرمایا۔

ہم اراکین مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ پاکستان محترم صاحبزادہ صاحب موصوف کی وفات پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ، افراد خاندان حضرت اقدس اور آپ کی اولاد سے دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کے حضور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی اعلیٰ جنتوں میں بلند درجات عطا فرمائے اور آپ کے پسماندگان کو صبر جمیل کے ساتھ یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ہم ہیں اراکین مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ پاکستان

☆☆☆☆☆☆
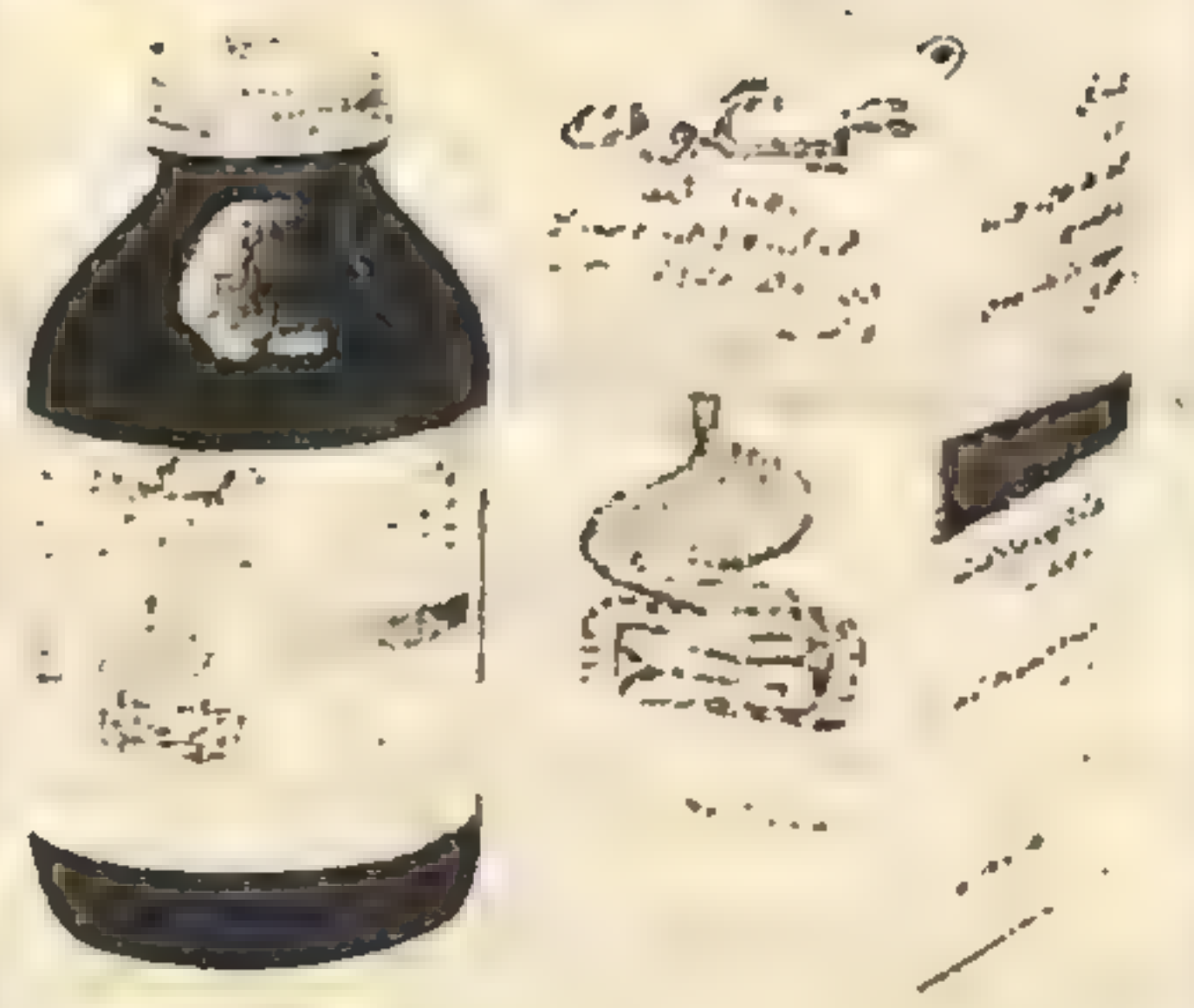
رپورٹ آل پاکستان فٹ بال ٹورنامنٹ

زیرانتظام مجلس خدام الاحمدیہ ضلع سیالکوٹ

(مہتمم صحت جسمانی)

امسال مورخہ 5 تا 7 مارچ 2004ء کو مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے زیرانتظام آل پاکستان فٹ بال ٹورنامنٹ مجلس خدام الاحمدیہ ضلع سیالکوٹ کو منعقد کروانے کی توفیق ملی۔ بارک اللہ لھم

اس ٹورنامنٹ میں 9 علاقہ جات کی 10 ٹیموں نے حصہ لیا اور کل 160 کھلاڑیوں اور 25 آفیشلز نے شرکت کی۔ 10 ٹیموں کو 2 پولز میں تقسیم کیا گیا۔

پول A: علاقہ ربوہ۔ لاہور۔ گوجرانوالہ۔ حیدرآباد۔ کراچی **پول B**: علاقہ فیصل آباد۔ راولپنڈی۔ سرگودھا۔ ملتان۔ سیالکوٹ

کل 23 میچز ہوئے۔ پول A سے ربوہ اور لاہور کی ٹیمیں اور پول B سے علاقہ سرگودھا اور ضلع سیالکوٹ کی ٹیموں نے سیمی فائنل کے لئے کوالیفائی کیا۔ پہلا سیمی فائنل علاقہ لاہور اور ضلع سیالکوٹ کی ٹیموں کے مابین ہوا جو علاقہ لاہور نے ایک گول سے جیتا۔ دوسرا سیمی فائنل علاقہ ربوہ اور علاقہ سرگودھا کے مابین کھیلا گیا جو علاقہ ربوہ نے ایک گول سے جیتا۔

فائنل میچ علاقہ ربوہ اور علاقہ لاہور کے مابین کھیلا گیا جو علاقہ ربوہ نے 0-6 سے جیت کر آل پاکستان فٹ بال ٹورنامنٹ جیتنے کا اعزاز حاصل کیا۔ بارک اللہ لھم

ٹورنامنٹ کا افتتاح مکرم چوہدری اعجاز احمد صاحب قائد ضلع سیالکوٹ نے کیا۔ ٹورنامنٹ کی اختتامی تقریب کے مہمان خصوصی مکرم ومحترم خواجہ ظفر احمد صاحب امیر ضلع سیالکوٹ تھے۔ انہوں نے کھلاڑیوں میں انعامات تقسیم فرمائے اور خطاب ودعا سے ٹورنامنٹ کا اختتام فرمایا۔ اس ٹورنامنٹ کے بہترین کھلاڑی ظہیر احمد صاحب ضلع سیالکوٹ قرار پائے۔ ٹورنامنٹ کے انعقاد کے سلسلہ میں چوہدری آفتاب احمد باجوہ صاحب اور چوہدری محمد اقبال صاحب آف موسیٰ والا نے جملہ انتظامات میں خصوصی تعاون فرمایا۔ بارک اللہ لھم ۔ اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔ ریفریز کے فرائض مکرم خواجہ مبارک احمد صاحب ربوہ، مکرم وسیم احمد امتیاز صاحب ربوہ اور مکرم ادریس احمد صاحب سرگودھا نے دیئے۔

انتظامیہ آل پاکستان فٹ بال ٹورنامنٹ

ناظم اعلیٰ: مکرم منور احمد صاحب۔ ناظم رابطہ: مکرم قاسم احمد ساہی صاحب۔ ناظم خوراک: مکرم احمد محمود بٹ صاحب۔ ناظم رہائش: مکرم نعیم احمد بٹ صاحب۔ ناظم رجسٹریشن: مکرم وسیم احمد خان صاحب۔ ناظم سمعی وبصری وفوٹوگرافی: مکرم برہان احمد صاحب۔ ناظم طبی امداد: مکرم شکیل احمد صاحب۔ ناظم آب رسانی وصفائی: مکرم منصور احمد احمدی صاحب۔ ناظم تربیت: مکرم نعیم احمد بٹ صاحب۔ ناظم نظم و ضبط: مکرم سعید احمد صاحب۔ ناظم سٹیج افتتاح واختتام: مکرم شاہد محمد صاحب۔ ناظم روشنی: مکرم فیصل رحمٰن صاحب۔ ناظم حاضری و نگرانی: مکرم بشیر احمد رحمانی صاحب۔

رپورٹ آل پاکستان والی بال ٹورنامنٹ

زیرانتظام مجلس خدام الاحمدیہ علاقہ فیصل آباد

(مکرم طارق احمد ساہی صاحب۔ ناظم اعلیٰ آل پاکستان والی بال ٹورنامنٹ)

مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے زیرانتظام مجلس خدام الاحمدیہ علاقہ فیصل آباد کے تعاون سے آل پاکستان والی بال ٹورنامنٹ ۲۱۔۲۰ فروری ۲۰۰۴ء بمقام فیصل آباد منعقد ہوا۔ اس ٹورنامنٹ کا افتتاح ۲۰ فروری ۲۰۰۴ء کو مکرم فرید احمد صاحب قائد علاقہ فیصل آباد نے کیا اور تمام کھلاڑیوں کو اپنی قیمتی نصائح سے نوازا۔

اس ٹورنامنٹ میں علاقہ ربوہ، گوجرانوالہ، راولپنڈی، سرگودھا، فیصل آباد اور لاہور کی ٹیمیں شامل ہوئیں۔

پول A: ربوہ، سرگودھا، راولپنڈی **پول B:** فیصل آباد، لاہور، گوجرانوالہ

۲۱ فروری ۲۰۰۴ء علاقہ ربوہ اور گوجرانوالہ کے مابین فائنل کھیلا گیا جو علاقہ ربوہ نے ۱۔۳ سے جیت کر آل پاکستان والی بال ٹورنامنٹ جیتنے کا اعزاز حاصل کیا۔

فائنل تقریب کے مہمان خصوصی مکرم رفیق احمد ناصر صاحب مہتمم صحت جسمانی خدام الاحمدیہ پاکستان نے کھلاڑیوں میں انعامات تقسیم کئے اور دعا سے ٹورنامنٹ بخیروخوبی انجام پذیر ہوا۔

ٹورنامنٹ کے دوران ۲۰ فروری کی رات کو مجلس خدام الاحمدیہ دارالذکر نے ایک مشاعرہ کا اہتمام کیا جس کے مہمان خصوصی مکرم ومحترم شیخ مظفر احمد صاحب امیر ضلع فیصل آباد تھے۔ اس مشاعرے میں احمدی شعراء کے علاوہ غیر احمدی شعراء نے بھی اپنے کلام سے سامعین کو محفوظ کیا۔

ہم صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے بہت شکر گذار ہیں جنہوں نے اس پیمانے پر ٹورنامنٹ منعقد کروانے کا موقع دیا اس طرح مکرم ڈاکٹر عامر رشید صاحب قائد ضلع فیصل آباد اور ان کی تمام ضلعی عاملہ کا انتہائی شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے ہمارے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔ نیز ہم مکرم شیخ مظفر احمد صاحب امیر صاحب ضلع فیصل آباد کے بھی انتہائی شکر گزار ہیں جنہوں نے ہمیں ٹورنامنٹ کے سلسلہ میں جگہ عطا فرمائی اور رہنمائی کی۔

اللہ تعالیٰ ان سب بزرگوں اور احباب کو بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔

انتظامیہ آل پاکستان والی بال ٹورنامنٹ

ناظم اعلیٰ: طارق احمد ساہی۔ ناظم رابطہ: مکرم افتخار احمد صاحب۔ ناظم استقبال: مکرم سرفراز احمد صاحب۔ ناظم رجسٹریشن: مکرم محمد محمود صاحب۔ ناظم ضیافت: مکرم شیخ اشفاق احمد صاحب۔ ناظم آب رسانی: مکرم ناصر مومن صاحب۔ ناظم رہائش: مکرم عرفان قیصر صاحب۔ ناظم مہمان نوازی: مکرم شیخ محمد مسلم صاحب۔ ناظم عمومی: مکرم انور اقبال صاحب۔ ناظم سمعی بصری: مکرم وسیم احمد صاحب۔ ناظم پارکنگ: مکرم عبدالحئی صاحب۔ ناظم تربیت: مکرم فہیم احمد صاحب۔ ناظم انعامات: مکرم شہزاد قیصر صاحب۔ ناظم تیاری گراؤنڈ: مکرم سعید احمد صاحب۔ ناظم صفائی: مکرم عزیز الرحمن بٹ صاحب۔ ناظم سٹیج: مکرم سہیل صدیق صاحب۔ ناظم طبی امداد: مکرم ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب۔

رپورٹ گیارھویں سالانہ علمی مقابلہ جات

منعقدہ 13 تا 15 فروری 2004ء

(مہتمم تعلیم)

خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے شعبہ تعلیم مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے تحت گیارہویں سالانہ علمی مقابلہ جات کا انعقاد مورخہ 13 تا 15 فروری 2004ء ایوان محمود ربوہ میں ہوا۔ 1994ء سے مرکزی علمی مقابلہ جات کے الگ انعقاد کا پروگرام بنایا گیا ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ اس سلسلہ کا گیارھواں پروگرام تھا۔ پہلے سال 4، دوسرے سال 6 تیسرے سال 10، چوتھے سال 11، پانچویں اور چھٹے سال 13، ساتویں سال 14، آٹھویں سال 21، نویں سال 22، دسویں سال 24 اور امسال 26 مختلف مقابلہ جات منعقد ہوئے۔ گذشتہ مقابلہ جات کے بعد نئے سال کا نصاب تمام اضلاع اور علاقہ جات کو بھجوا دیا گیا تھا۔ تا کہ خدام بہتر تیاری کے ساتھ مقابلہ جات میں شامل ہوں اور اپنے ضلع اور علاقہ سے منتخب خدام بہتر نمائندگی کر سکیں۔

حاضری: امسال اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے 43 اضلاع کی 128 مجالس کے 334 منتخب خدام ان مقابلہ جات میں شامل ہوئے۔ جب کہ گذشتہ سال 34 اضلاع کی 96 مجالس کے 222 خدام نے ان مقابلہ جات میں حصہ لیا تھا۔ تمام مہمانوں کی کمپیوٹرائزڈ رجسٹریشن کر کے تصویر والے کمپیوٹرائزڈ کارڈ جاری کئے گئے۔

افتتاحی واختتامی تقریب

افتتاحی تقریب کے مہمان مکرم ومحترم اللہ بخش صادق صاحب صدر عمومی لوکل انجمن احمدیہ تھے۔ آپ نے مقابلہ جات کا افتتاح فرمایا۔ 15 فروری بروز اتوار دوپہر 1:40 بجے اختتامی تقریب کا آغاز تلاوت قرآن کریم مع ترجمہ سے ہوا، جو مکرم حافظ مسرور احمد صاحب نے کی۔ اس کے بعد محترم صدر صاحب مجلس نے عہد دہرایا اور پھر مکرم فرحت علی صاحب نے نظم پڑھی۔ ناظم اعلیٰ صاحب کے رپورٹ پیش کرنے کے بعد مکرم ومحترم عطاء المجیب راشد صاحب امام بیت الفضل لندن نے خدام میں انعامات تقسیم فرمائے اور حاضرین کو نصائح کرتے ہوئے فرمایا کہ علم کے ساتھ بھرپور عمل بھی ہونا چاہئے اور یہی ان علمی مقابلہ جات کا مقصد ہے۔ اختتامی دعا کے بعد مہمانوں کی خدمت میں ظہرانہ پیش کیا گیا۔

نتائج مقابلہ جات

مقابلہ تلاوت			مقابلہ نظم خوانی		
پوزیشن	نام	ضلع	پوزیشن	نام	ضلع
اوّل	قاری علی اصغر	اوکاڑہ	اوّل	فرحت علی	راولپنڈی
دوم	میر وسیم الرشید	ربوہ	دوم	صغیر احمد	ربوہ
سوم	حافظ سید مشہود احمد	ربوہ	سوم (۱)	غلام مصباح بلوچ	ربوہ
حوصلہ افزائی	حافظ طیب احمد طاہر	ربوہ	سوم (۲)	سید ندیم احمد	اوکاڑہ
			حوصلہ افزائی	نعمان کلیم ظفر	کراچی

مقابلہ تقریر اردو

پوزیشن	نام	ضلع
اوّل	مبشر عمر	سرگودھا
دوم	اسرار احمد	ربوہ
سوم	بلال احمد	ربوہ
حوصلہ افزائی	ملک عمران	گوجرانوالہ

مقابلہ تقریر اردو معیار خاص

پوزیشن	نام	ضلع
اوّل	خالد احمد بلوچ	ربوہ
دوم	سعید احمد	راجن پور
سوم	سید فرخ حفیظ	لاہور
حوصلہ افزائی	عرفان سیف	کراچی

مقابلہ تقریر اردو فی البدیھہ

پوزیشن	نام	ضلع
اوّل	عبدالہادی قریشی	ربوہ
دوم	مرزا عطاء الرؤف	ربوہ
سوم	رفیع احمد طاہر	شیخوپورہ
حوصلہ افزائی	داؤد احمد، ڈاکٹر عامر محمود	ملتان، اوکاڑہ

مقابلہ تقریر انگریزی

پوزیشن	نام	ضلع
اوّل	عثمان عزیز شاہ	اسلام آباد
دوم	ملک عمران احمد	گوجرانوالہ
سوم	مرزا عطاء الرؤف	ربوہ
حوصلہ افزائی		

مقابلہ خطبات امام معیار عام

پوزیشن	نام	ضلع
اوّل	سید منصور احمد	کراچی
دوم	قیصر محمود	ربوہ
سوم	ڈاکٹر خالد احسن	کراچی
حوصلہ افزائی	عمیر اظہر	گوجرانوالہ

خطبات امام معیار خاص

پوزیشن	نام	ضلع
اوّل	حافظ طیب احمد طاہر	ربوہ
دوم	محمد آصف عدیم	ربوہ
سوم	خالد احمد بلوچ	ربوہ
حوصلہ افزائی	اسرار احمد ناصر	ربوہ

مطالعہ قرآن معیار عام

پوزیشن	نام	ضلع
اوّل	شیخ نعیم احمد	کراچی
دوم	عمران احمد باجوہ	ربوہ
سوم	داؤد احمد	سیالکوٹ
حوصلہ افزائی	کاشف بن چغتائی	لاہور
حوصلہ افزاء	ابرار احمد چغتائی	راولپنڈی

مطالعہ قرآن معیار خاص

پوزیشن	نام	ضلع
اوّل	سید مشہور احمد	ربوہ
دوم	محمد آصف عدیم	ربوہ
سوم	عبدالسمیع عابد	لاہور
حوصلہ افزائی	عرفان سیف	کراچی

مرکزی امتحان معیار عام

پوزیشن	نام	ضلع
اوّل	قیصر محمود	ربوہ
دوم	بلال احمد	ربوہ
سوم	شیخ نعیم احمد	کراچی
حوصلہ افزائی	عمران خالد نبیل	ربوہ

مطالعہ کتب معیار عام

پوزیشن	نام	ضلع
اوّل	قیصر محمود	ربوہ
دوم	بلال احمد	ربوہ
سوم	عمران خالد نبیل	ربوہ
حوصلہ افزائی	طاہر عمیر	کراچی

مطالعہ کتب معیار خاص

پوزیشن	نام	ضلع
اوّل	محمد آصف عدیم	ربوہ
دوم	اسرار احمد ناصر	ربوہ
سوم	خالد احمد بلوچ	ربوہ

مضمون نویسی

پوزیشن	نام	ضلع
اوّل	قیصر محمود	ربوہ
دوم	ملک فرحان احمد	گوجرانوالہ
سوم	طاہر عمیر	کراچی
سوم (۲)	بلال احمد	ربوہ

مقابلہ دعوۃ الی الصلوٰۃ

پوزیشن	نام	ضلع
اوّل	علی اصغر	اوکاڑہ
دوم	صغیر احمد	ربوہ
سوم	مبشر احمد	ربوہ

مقابلہ معلومات اجتماعی

پوزیشن	نام	ضلع
اوّل	احمد رؤف خالد، بلال احمد	ربوہ
دوم	عبدالوہاب منگلا، مظفر احمد	لاہور
سوم	طارق منصور، توفیق احمد	فیصل آباد

مقابلہ حفظ ادعیہ (معیار عام)

پوزیشن	نام	ضلع
اوّل	ملک جواد احمد	گوجرانوالہ
دوم	رضوان احمد ڈوگر	لاہور
سوم	خالد احمد بلوچ	ربوہ
حوصلہ افزائی	تیمور احمد	فیصل آباد

مقابلہ مشاہدہ معائنہ

پوزیشن	نام	ضلع
اوّل	جواد احمد	ملتان
دوم	قیصر محمود	ربوہ
سوم	عرفان الٰہی	سرگودھا
حوصلہ افزائی	توقیر احمد آصف	فیصل آباد

مقابلہ دعوت الی اللہ (معیار خاص)

پوزیشن	نام	ضلع
اوّل	محمد آصف عدیم	ربوہ
دوم	حافظ طیب احمد	ربوہ
سوم	عبدالسمیع عابد	لاہور
حوصلہ افزائی	محمد ظفر اللہ	جھنگ

پرچہ مرکزی امتحان معیار خاص

پوزیشن	نام	ضلع
اوّل	حافظ طیب احمد	ربوہ
دوم	محمد آصف عدیم	ربوہ
سوم	خالد احمد بلوچ	ربوہ

مقابلہ بیت بازی

پوزیشن	نام	ضلع
اوّل	افتخار احمد، ذیشان احمد	کراچی
دوم	وقار احمد، مظفر احمد	لاہور
سوم	وقار احمد، فہیم احمد	ربوہ

مقابلہ دعوت الی اللّٰہ (معیار عام)

پوزیشن	نام	ضلع
اوّل	بلال احمد	ربوہ
دوم	اقبال انجم	ملتان
سوم	محمد اسماعیل مبشر	لاہور
سوم	ملک عمران احمد	گوجرانوالہ
حوصلہ افزائی	عطاء القیوم عارف	اسلام آباد

تقریر فی البدیهه انگریزی

پوزیشن	نام	ضلع
اوّل	عثمان عزیز	اسلام آباد
دوم	نداء الظفر	ربوہ
سوم	خالد احمد بلوچ	ربوہ
سوم (۲)	عامر محمود رانا	لاہور

مقابلہ پیغام رسانی

نام	ضلع
اول: خالد بلوچ، حافظ طیب، آصف عدیم، حافظ طارق	ربوہ
دوم: عرفان سیف، رانا وسیم احمد، صادق احمد ریحان، کاشف شہزاد	کراچی
سوم: سید احسان، قیس احمد، ذیشان احمد، چوہدری وجاہت	راولپنڈی

حفظ قصیدہ

پوزیشن	نام	ضلع
اوّل	حافظ طیب احمد	ربوہ
دوم	محمد آصف عدیم	ربوہ
سوم	رضوان احمد ڈوگر	لاہور
حوصلہ افزائی	شاہد محمود خان	

مقابلہ حفظ ادعیہ (معیار خاص)

پوزیشن	نام	ضلع
اوّل	حافظ عبدالناصر	ربوہ
دوم	حافظ طارق احمد	ربوہ
سوم	حافظ داؤد احمد	ربوہ

مجموعی طور پر اوّل خادم (معیار خاص) محمد آصف عدیم ربوہ ☆ مجموعی طور پر اوّل خادم (معیار عام) قیصر محمود ربوہ

مجموعی طور پر اوّل ضلع ربوہ ☆ مجموعی طور پر اوّل علاقہ لاہور

نکاح وتقریب شادی

مکرم حکیم محمد قدرت اللہ محمود چیمہ صاحب (جان یونانی دواخانہ) ناظم خدمت خلق مجلس خدام الاحمدیہ مقامی ربوہ کی تقریب شادی خانہ آبادی مورخہ 28 دسمبر 2003ء کو سرانجام پائی۔ مکرم محمد اعظم اکسیر صاحب مربی سلسلہ نے مکرم قدرت اللہ صاحب کا نکاح مکرمہ روزینہ صدف صاحبہ بنت محترم محمد بشیر کھوکھر صاحب صدر جماعت ٹھوکر نیاز بیگ لاہور کے ساتھ مبلغ چالیس ہزار روپے حق مہر پر پڑھایا اور دعا کروائی۔ 29 دسمبر کو دعوت ولیمہ ہوئی۔ اس موقع پر مکرم لئیق احمد عابد صاحب ایڈیشنل وکیل المال تحریک جدید نے دعا کروائی۔ مکرم قدرت اللہ محمود صاحب حضرت مولوی غلام حسین صاحب ڈنگوی رفیق حضرت مسیح موعودؑ کے پوتے اور حضرت میاں پیر محمد صاحب پیر کوٹی رفیق حضرت مسیح موعودؑ کے نواسے ہیں۔

احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو جانبین کے لئے ہر جہت سے خیر و برکت کا موجب بنائے اور مثمر بثمرات حسنہ کرے۔

قدرت ثانیہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

"اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے۔ سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔"

(الوصیت۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 305)